فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

فرقہ مماتیت

کا تحقیقی جائزہ

مولانا محمد الیاس گھمن

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

﴿بابِ اول﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

اولیاء کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم

دین کی اشاعت وتحفظ کاکام اس سرزمین کے باسیوں سے لیا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سرزمین میں بے شمار فتنے بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک فتنہ "فرقہ مماتیت" کا ہے، اس فتنہ کے بانی مبانی سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہیں۔ پہلے یہ شخص علمائے دیوبند کا مسلک رکھتا تھا، مگر طبیعت میں تیزی شروع سے پائی جاتی تھی۔ مفسر قرآن، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، پیر طریقت، رہبر شریعت آفتاب نقشبند، مجدد دوران حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور مریدین نے 1957ء میں "جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ" کی بنیاد رکھی تو یہ اس کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ مولانا نور محمد کی وفات کے بعد پھر امیر ہوئے۔ تفصیل اصل کتاب میں آگے آرہی ہے۔ شاہ صاحب نے 1958ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ

بار صلح کی کوششیں کی گئیں مگر شاہ صاحب اپنی بات پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ مستقل ایک فرقہ وجود میں آگیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک علمائے حق اس فتنہ سے لوگوں

ہم نے کچھ عرصہ سے اہل باطل کی طرف سے اہل حق کی تردید میں شائع ہونے والی کتب کے جواب میں اہل حق کے دفاع کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ فرقہ بریلویت پاک وہند کی تحقیقی جائزہ، فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ وغیرہ شائع کر کے بحمد اللہ اہل علم و نظر سے داد تحسین پا چکے ہیں۔ یہ کتب اہل السنت والجماعت عوام کے لیے اپنے مسلک پر مزید پختگی اور اہل باطل کے لیے دعوت فکر کا سامان ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فرقہ مماتیت اس لحاظ سے دیگر فرقِ باطلہ سے زیادہ خطرناک ہے کہ یہ اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتا ہے۔ طرفہ تماشا دیکھیئے کہ اس فرقہ کی طرف سے بہت سی ایسی کتب شائع کی گئی ہیں جن میں ہمارے اکابر کو بہت برا بھلا کہا گیا ہے اور مسائل کو غلط رنگ دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ہمارے عقیدے اور نظریے کو غلط بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنے عقیدہ اور نظریہ کے تحفظ کے لئے عوام کے سامنے صحیح صورت حال پیش کریں۔ اگر فرقہ مماتیت کے لوگ یہ کتابیں شائع نہ کرتے تو ہم بھی

اس باب میں بانی فرقہ مماتیت کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے بانی موصوف کی پیدائش، تعلیم، تربیت اور اخلاق و کردار کی کچھ جھلکیاں آپ کے

اس فرقہ کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ عجیب بات ہے کہ تحریک خاکسار کے بانی بھی عنایت اللہ مشرقی تھے (موصوف نے علمائے اہل السنت کے خلاف بہت جگہ پر دل کی بھڑاس نکالی ہے) اور بریلوی مسلک کے مشہور مناظر جو سانگلہ ہل کے رہنے والے تھے ان کا نام بھی "عنایت اللہ" ہی تھا۔ چوتھے غیر مقلدین کے ایک مشہور عالم دین جو گجرات ہی میں رہتے تھے وہ بھی عنایت اللہ اثری کے نام سے مشہور تھے۔ ان چاروں میں جو بات قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کے سب قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے نظریات پر آگے بحث

شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی تاریخ ہے؟ کیونکہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں: "شاہ صاحب 1915ء

شروع کردی گئی تھی؟ شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسے احمد رضا کے عقیدت مندوں کا۔

سوانح حیات ص 27 پر لکھا ہے: ”بغدادی قاعدہ اور قرآن پاک کے پہلے پارے کا کچھ حصہ والد صاحب سے اور چوتھے پارے تک والدہ ماجدہ سے پڑھا۔“

سوانح نگار نے شاہ صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ لکھا ہے: ”ابا جی بلاناغہ تہجد کے لیے اٹھا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ ہی سویا کرتا تھا۔ رات کو باقاعدہ مجھے اٹھا کر ساتھ مسجد لے جاتے اور فرماتے: ”اگر سونا بھی ہو تو مسجد میں جا کر ہی

یہ واقعہ سوانح نگار کو شاہ صاحب نے خود سنایا ہے۔اس میں دو باتیں

تہجد مسجد میں جا کر ادا کرنا ۔

دوران میں ہی پڑھ لی تھی علاوہ ازیں صرف ونحو کے ابتدائی قاعدے بھی

آپ جب گجرات صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے پاس آئے، اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا۔ بہر حال آپ نے درس نظامی کی کئی کتابیں یہاں پر پڑھیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: "فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبدالغفور تک اور اصول فقہ میں نورالانوار تک نیز ادب کے علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ

انہی دنوں کچھ ایام کے لئے مولانا عبدالرحمٰن صاحب

ہوتا ہے کہ مفتی اعظم صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں آئے تھے یا کسی اور جگہ؟ گمان غالب

والوں سے استفادہ:

شاہ صاحب تعلیم کے لئے مستقل طور پر اُنہی تشریف نہیں لے گئے بلکہ

سے پڑھے تھے۔ آپ کے سوانح نگار کے بیان کا خلاصہ یہ ہے شاہ جی کی خوش نصیبی ہی کہیے کہ استاذ الکل مولانا غلام رسول صاحب اُنہی والے ایک دیوانی مقدمہ کے سلسلہ میں گجرات آئے اور صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے ہاں دس بارہ دن قیام کیا۔شاہ صاحب نے علم نحو کی مشہور اور مشکل ترین کتاب جسے علم نحو میں مرکزی حیثیت

بعد ازاں آپ نے مولانا شیخ محمد عبد اللہ صاحب ملکے والوں سے اکتساب فیض کیا جو علوم عربیہ خصوصاً ادب اور فقہ میں خصوصی شہرت کے جاہل [اصل کتاب میں جاہل لکھا ہوا ہے، ہونا چاہیے تھا: حامل۔ از ناقل] اور علوم عربیہ کے طلبا کا مرجع تھے۔ آپ نے ان سے علم ادب، علم عروض اور علم وراثت کی

تعلیم ملکے گئے تھے، پھر ملکے سے واپس آکر دوبارہ صوفی عبدالرحمٰن سے مشکوٰۃ پڑھی؟ سوانح نگار بتا سکا نہ شاہ صاحب نے خود یہ وضاحت کی ہے۔ بہر حال جو معلومات شاہ صاحب کی سوانح سے حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ اس طرح بنتا ہے کہ شاہ صاحب نے سکول میں نویں جماعت پڑھ کر صوفی عبدالرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کی۔

شاہ صاحب نے مشکوٰۃ کس سن میں ختم کی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟اس کا تو ہمیں علم نہ ہو سکا مگر عام رواج کے مطابق مدارس اسلامیہ کے طالب علم مشکوٰۃ شریف کے بعد دورہ حدیث شریف کرتے ہیں اور اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مدارس میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا۔شاہ صاحب نے

پھر دہلی جاکر کچھ عرصہ فقہ کے امام مولانا محمد کفایت

جب مدرسہ امینیہ دہلی میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے صرف اور صرف ”ترمذی“مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی، باقی حدیث کی کتابیں وہاں کیوں نہیں پڑھیں اور ترمذی شریف پڑھنے کے لئے حضرت شاہ صاحب نے کتنا عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں قیام فرمایا؟ یہ سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ اگر شاہ صاحب سارا سال وہاں پر رہے ہیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب نے پہلے دورہ حدیث مفتی صاحب سے کیا، پھر دوبارہ دوسری جگہ پر کیا، مگر ایسا

۔شاہ صاحب (عنایت اللہ شاہ) گجرات میں تعلیم کے دوران (جس وقت صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے) میں ولی کامل میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے بیعت بھی ہوئے تھا[یہاں پر ہونا چاہیے تھا: ”ہوئے تھے“، چونکہ اصل کتاب میں ”تھا“ لکھا ہوا ہے، ہم نے بھی وہی لفظ لکھ دیا ہے۔ ازناقل]اور انہوں نے

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے ابھی تک مکمل دورہ حدیث نہیں پڑھا تھا تب ہی تو میاں شیر محمد صاحب نے فرمایا کہ دیوبند جاکر دورہ پڑھ آؤ۔ اگر مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث پڑھا ہوتا تو پھر یہ نہ کہا جاتا کہ دیوبند میں دوبارہ پڑھ آؤ، یا شاہ صاحب میاں صاحب کو جواب میں کہتے کہ حضرت! میں نے الحمدللہ ایک بار تو دورہ حدیث پڑھ لیا ہے، آپ کے حکم سے دوبارہ دیوبند جاکر بھی پڑھ آتا ہوں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے مفتی صاحب سے مکمل ترمذی بھی نہیں پڑھی ہو گی شاید ترمذی شریف کے کسی سبق میں شرکت کی ہو گی اس لئے سوانح نگار نے لکھ دیا۔ نیز میاں شیر محمد شرقپوری بریلوی طبقہ کے تھے یا دیوبندی طبقہ سے ان کا تعلق تھا؟ ہر آدمی جانتا ہے کہ شرقپوری صاحب بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کے سوانح نگار نے اس کتاب میں کئی جگہ لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے والد ماجد اور چچا جان بڑے عالم فاضل اور مناظر تھے، بہت بڑا علمی گھرانہ تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے شاہ صاحب کی اتنی بھی تربیت نہیں فرمائی تھی کہ وہ اپنے اور بیگانے کو پہچان سکیں۔ خود شاہ صاحب اس وقت کوئی بچے نہیں تھے۔ سکول سے نویں جماعت پاس کر کے صوفی عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے

ل عمر بنتی ہے۔ مولانا شیر محمد شرقپوری دیوبند سے بھی محبت والا معاملہ فرماتے تھے مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے دیوبند میں سے نہیں تھے بلکہ ان کی تمام چیزیں اور رسوم ورواج بریلویوں والے ہی تھے اور آج بھی اُن کی
۔ بیس سال کی عمر تک شاہ صاحب پر یہ راز

یہ بالکل جھوٹ

ہے، آپ ترمذی پڑھ کرواپس آگئے تھے یانہیں؟ سوانح میں تو موجود نہیں ہے، مگر لگتاایسے ہے کہ شاہ صاحب ترمذی پڑھ کرواپس تشریف لے آئے ہوں گے تب ہی تو میاں صاحب سے ملاقات ہوئی اور دیوبند جانے کی تجویز آپ نے دی۔اگر یہ تجویز مشکوٰۃ والے سال کے دوران کی ہے تو پھر پہلے آپ مفتی صاحب کے پاس کب گئے تھے؟"سورت جاچکے تھے" والی بات پھر بھی نہیں بنتی اور آگے جملہ ہے:"سیدھے سورت پہنچے" یہ پہنچناپہلی بار تھانہ کہ دوسری بار۔ہمیں ایسے لگتاہے کہ سوانح نگار بالکل شاہ صاحب کی تاریخ سے جاہل ہے۔

بہرحال شاہ صاحب نے اس وقت میاں صاحب کی تجویز نہیں مانی، آپ "دیوبند" کے بجائے "سورت" تشریف لے گئے۔

سوانح نگار لکھتاہے:"پہلے سال ادب، منطق، اصول فقہ اورباقی علوم کی جو

اپنے والد، صوفی عبدالرحمٰن، باباغلام رسول اُ،

تعلیل چند منٹوں میں کرتا اور ادق ترین صیغے نکالنا میرے لئے معمولی بات تھی۔ چنانچہ چند سالوں میں آپ نے مولانا عبد الرحمٰن سے فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبد الغفور تک، منطق و معقول میں حمد اللہ تک، فلسفہ میں میبذی تک، علم معانی و بلاغت میں مختصر معانی تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک، نیز ادب علم میں مقامات حریری اور

اس کو دوبارہ پھر ادب، منطق، اصول فقہ، پڑھنے کی ضرورت ہے؟ جبکہ سوانح نگار نے وضاحت سے لکھا ہے کہ "باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بہت سے کتابیں رہتی تھیں جو آپ نے سورت جا کر پڑھی ہیں۔ سوانح نگار ویسے ہی جھوٹ بولنے کا عادی معلوم ہوتا ہے جو شاہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

شخص مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی بھی پڑھ آئے اور پھر سورت میں فنون کی کتابیں بھی مکمل کرے؟ یہ کیسا عجیب طالب علم ہے!

سوانح نگار مزید لکھتا ہے: "اور دوسرے سال دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی مولانا مفتی سید مہدی حسن

یہاں پر بھی شاہ صاحب نے بخاری شریف، مسلم شریف، موطا امام مالک،

ہی آپ کوئی اونچے درجہ کے قاری تھے۔

اس کے بعد اقلیم علم کے تاجداراور علوم متداولہ کے بحر ذخار علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ [یہاں پر بھی نام غلط لکھا ہے۔ از ناقل] کی خدمت عالیہ میں حاضری اور فیوضات کے حصول کی مستقل سعادت ہوئی۔

آپ نے بیان فرمایا کہ جب میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جاتے ہی کشمیری زبان میں چند باتیں کیں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور شاداں وفرحان مجھے مہتمم صاحب کے پاس لے گئے اور فرمایا مولانا یہ ہمارے ایک طالب علم آئے ہیں ان

نہیں۔ وہاں سے سند ملی یا نہیں؟ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی پڑھنے کے بعد سند ملی یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اگر اصل سند نہیں دی تو کوئی اعزازی سند ضرور عطا کی ہو گی مگر سوانح نگار نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لازمی بات ہے کہ شاہ صاحب مفتی مہدی حسن سے پڑھ کر اگلے سال ہی

حضرت سے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی؟اس بارے میں سوانح نگار خاموش ہے۔ہاں البتہ اجمالی طور پر لکھتا ہے:

"چنانچہ شاہ جی حضرت کی خدمت میں رہ کر علم و عرفان کی دولت دونوں

شاہ صاحب نے مفتی مہدی حسن سے دورے کی جو کتابیں نہیں پڑھیں تھی وہ علامہ کشمیری سے لازمی پڑھنی چاہییں تھیں، خصوصاً بخاری، مسلم، وغیرہ۔ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے علاوہ شاہ صاحب کے اور کون کون سے استاذ تھے؟کیوں کہ دورہ حدیث کی تمام کی تمام کتابیں تو علامہ کشمیری نہیں پڑھاتے تھے، لیکن سوانح نگار نے

فراغت کے بعد شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی خاص طرز پر واں بھیج

آپ نے کچھ دن ڈابھیل میں خدمت تدریس سر انجام دینے کا فخر حاصل کیا۔ لیکن رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں والدہ ماجدہ کا مکتوب آ گیا جس میں ان کے ایک شدید حادثہ میں مجروح ہونے کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس حادثہ کے بعد شاہ

عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب

گجرات آ کر پڑھائیں۔ چنانچہ جہاں آپ پڑھتے رہے تھے، وہیں پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ کی علمی شہرت طلباء میں کافی تھی،

سوانح نگار نے یہاں لکھا کافی عرصہ وہاں پڑھاتے

ٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ کل مدت تدریس کی ہے: چھ سال، جس میں سے کئی دن ڈابھیل میں پڑھایا، پھر ایک سال دولت نگر اپنے گاؤں میں، باقی پانچ سال بچتے ہیں۔ اگر آپ کو پہلے سال ہی ترمذی مل گئی تھی تو صرف پانچ سال بنتے ہیں تو یہ ''کئی مرتبہ'' کیسے بن گیا؟ اور جس زمانہ میں آپ صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے اس وقت یہاں پر ترمذی نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ آپ نے مفتی کفایت اللہ سے جاکر پڑھی تھی۔ کس زمانہ میں صوفی صاحب نے ترمذی

تبلیغی خدمات''

یہ ٹھیک ہے کہ شاہ صاحب خطیب تھے، جمعہ وغیرہ پڑھالیتے تھے اور جلسہ میں تقریر کرنے کا آپ کو طریقہ بھی تھا۔ آپ نے دین کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت تک جب تک آپ کے عقائد درست تھے، جب سن 1956 ء کے لگ بھگ آپ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھل کر انکار کیا تو اس وقت سے مرتے دم تک آپ کی تبلیغ صرف اور صرف اسی مسئلہ کے گرد گھومتی رہی۔ ہر

حب مستقل مزاج نہیں تھے بلکہ انتہاپسند آدمی تھے۔اس لئے کسی
جماعت میں بھی زیادہ دیر کام نہ کرسکے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوانح میں اس کی

کٹر اور قلی کی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے۔
بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ جی جوانی میں پگڑی بھی باندھا کرتے تھے لیکن

شاہ جی تحریر سے شغف نہیں رکھتے، لیکن
آپ کے قلم سے بعض پمفلت [اصل کتاب میں اسی طرح لکھاہوا ہے۔ ہوناچاہیے تھا
پمفلٹ۔ از ناقل] اور اشتہارات اور آپ کے مکتوبات دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ

بزرگوں نے کتابیں نہیں لکھیں۔ ہم

کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ میں شاہ
صاحب کے پمفلٹ، اشتہار، انٹرویو اور بعض تقاریر شامل ہیں۔ جمع کرنے والے
محمد اشرف سلیم ہیں۔ اس میں بھی قطع و برید کر کے چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔ "نغمہ

اگرچہ حضرت شاہ صاحب کو رب لم یزل نے بے شمار خوبیوں سے آراستہ
فرمایا تھا، مگر تقریر کی مصروفیت نے انہیں تحریر سے روک رکھا تھا۔ ان کے نقوش قلم

کا عنوان قائم کیا ہے۔ جیسا
کہ پہلے گذر چکا ہے کہ شاہ صاحب پہلے میاں شیر محمد شرقپوری جو بریلوی مکتبہ فکر سے
تعلق رکھتے تھے، سے بیعت تھے۔ شاہ صاحب میاں صاحب سے کتنا عرصہ روحانی
فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور پھر دوسری بیعت کیوں کی؟ اور وہ بھی نقشبندی
ہی سلسلہ میں جبکہ پہلا سلسلہ بھی نقشبندی ہی تھا، یہ بات سوانح نگار نے نہیں
بتائی۔ ص63 تا ص80 پر یہ بحث پھیلی پڑی ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ شاہ
صاحب نے عمر کے کس حصہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تجدیدِ بیعت

اور خاندان بھی وہ جو ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے پیروں کا خاندان، اور شاہ صاحب کے والد اور چچا جان بھی بڑے مشہور آدمی تھے جیسا کہ سوانح حیات میں موجود ہے۔ تو شاہ صاحب نے اپنا خاندانی سلسلہ جو سرخ لال شاہ بخاری اور

سوانح نگار نے شاہ صاحب کے حج پر جانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے مرید کی ''تہذیب'' کا پتہ چلتا ہے۔ سوانح حیات کے مصنف علامہ عنایت اللہ گجراتی سابق خطیب منڈی بہاؤالدین شاہ صاحب کے خاص مریدین میں سے تھے، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح

میں جب شاہ جی حج پر جانے لگے تو جامع مسجد کالری گیٹ میں روانگی سے قبل جمعہ کے اجتماع عظیم سے خطاب فرمایا۔ قرآن کریم سے مشرکین مکہ کی قرآن سے دشمنی اور عداوت کے واقعات ارشاد فرماتے رہے، فرمایا: وہ لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ مسئلہ ذرا نرم کر کے (**تیل لگا کر**) سنایا کریں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صاف اور واضح مسئلہ سمجھایا اور بیان فرمایا۔ شاہ جی جوش میں آکر منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: لوگو میں حج پر جارہا ہوں، زندگی کا پتہ نہیں، پھر آؤں یا نہ آؤں، مسئلہ سن لو! میں نے آج تک جو مسئلہ توحید تمہیں سنایا، حق وہی ہے۔ پھر پنجابی میں فرمایا: ''**میں مسئلہ رڑے چاہڑ کے جا رہیاں**'' یعنی میں مسئلہ بالکل واضح کر کے جارہا ہوں تاکہ کل میدان حشر میں کوئی عذر نہ

میں ہے: میں نے [شاہ جی نے]

[مراد حضرت سے مولانا حسین علی ہیں] حدیث بھی آپ مجھ سے

سن لیں اور اجازت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: قرآن، حدیث، فقہ، سب کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میں رونے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ڈاڑھی تر ہو گئی، میں نے روتے روتے عرض کی: حضرت اتنا بڑا بوجھ میں کیسے اٹھا سکوں گا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہوا ہے وہی کیا ہے۔ شاہ جی یہ تمام داستان سنا چکے تو اپنے مربی و محسن اور پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور دینی مجاہدانہ کارنامے اور خدمات قرآن کریم کا تذکرہ بھی بڑے پیارے انداز سے فرمایا جو طوالت

اگر شاہ صاحب ماننے پر آئے تو خواب اور الہام کو بھی مان لیتے ہیں، اگر انکار

منددوں کی طرح ہیں۔ جو بات شاہ صاحب میں نہیں پائی جاتی اس کو جھوٹ بول کر

۔ مولانا غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین وغیرہ مناظر تھے اس میں کوئی شک نہیں۔شاہ صاحب نے کبھی بھی کوئی باقاعدہ مناظرہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت ایک واقعہ سے ہوتا ہے جس میں شاہ صاحب نے مسلک

احمد یار خان نعیمی گجراتی بھی گجرات میں پاکستان چوک کے قریب رہائش پذیر تھے اور غوثیہ مسجد کے خطیب تھے۔شاہ صاحب اور مفتی احمد یار خان کے درمیان کچھ اختلافی مسائل پر "بات چیت" ہوئی، مماتی اس کو باقاعدہ مناظرہ تسلیم نہیں کرتے صرف "بات چیت" کہتے ہیں، جبکہ بریلوی اس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ چلو ہم مماتیوں کی بات مان لیتے ہیں کہ وہ باقاعدہ مناظرہ نہیں تھا، مگر شاہ صاحب بات چیت میں بھی نہ چل سکے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے دستخط فرما دیے۔

مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی (م1429ھ) لکھتے ہیں:

مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنت والجماعت کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کر گزرتے ہیں اور اگر تساہل

چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے "حکیم الامت" احمد یار گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرمادیے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ 14 ذیقعدہ 1361ھ بروز منگل لالہ فضل پگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت کے بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: "جھگڑے کا خاتمہ" [یہ اشتہار آج تک گجرات کی بعض مساجد میں لگا ہوا ہے۔ از ناقل] وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے، ذرا ان کو ملاحظہ

جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ، اختلاط مردوزن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہوگا بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہوگا۔

.4

نعت خوانی کرنا شرعاً جائز ہے، مستحب ہے۔

6. جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

7. صلی اللہ علیك یا رسول اللہ وعلی آلك یا حبیب اللہ. جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔

کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمٰن احمد یار خان مدرس مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات 14 ذیقعدہ یوم سہ شنبہ 61ھ۔

المجیب مصیب عنایت اللہ بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات یوم سہ شنبہ 61ھ 14 ذیقعدہ۔

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنے قلم سے لکھا، جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

کا حال بھی عرض کر دیں تا کہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیے، لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ

اعلانِ حق نہ کروں۔

اء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ

کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق

آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی

سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض

حقِ

و کفی باللہ شهیداً

جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا؟! پھر حضرت شاہ

حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم اور حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہر حال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلانِ حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں تاکہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے

وی رحمہ اللہ نے

اپنی کتاب میں شاہ صاحب کے اس اشتہار کا عکس بھی دیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم بھی اس کا عکس پیش کر رہے ہیں تاکہ شاہ صاحب کے رجوع کی داستان خود موصوف کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ: قارئین کو اگر اس اشتہار کی عبارت پڑھنے میں دشواری ہو تو اس کی کمپوزنگ اگلے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعلانِ حق

﴿ جس میں ﴾

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

﴿ از قلم ﴾

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولٰنا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

﴿ پبلشر ﴾

(مولوی) محمد یوسف خطیب مسجد شالبافاں گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گجرات میں ایک انجمن مسماۃ غلام الصوفیہ بسا دران کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے، برعکس نام نہند زنگی کا فور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے زہر کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں ۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتیان اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیرو ملاں کے ایجنٹ شکم پرست مفتی و ملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر و منت چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائیے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا ۔ ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ، اتنا دھوکہ قوم سے کس قدر ظلم کا، دغا، فریب اور مکر و شعبدہ، مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر و ملاں کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و ملا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چند موں کی آنچ آ جائے تو یہ دعوے عشق و محبت بیک بینی و دو گوش بذریعہ معافی سرائی ہوا کر مؤدبانہ انداز سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں! شرم! شرم! شرم! اجلاء ہی شکم پرستوں کا یہ
ذلیل کردار ہو۔ کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت و حرمت کے نعرے سے قوم کو تو
جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود اسے رسول سے قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری
اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام و آسائش
سے جمعرات کی ارواحی کھیریں، ودستیاں، چوتھے چالیسویں کا نان ڈھلوا اور ریچھ بیٹھے لگا رہے ہیں
کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں۔ بہ سادہ لوح قوم کے دین و ایمان پر اور مال و دولت
پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے "جھگڑے کا خاتمہ" جیسے عیارانہ اشتہار، صوفیانہ جبہ و دستار، عاشقانہ فنی
تقریریں، دعوات و عمار اور ملعبہ معافی جیل سے پُراسرار فرار، نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار
استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ پہ جنہیں عیار مکار
کرو ڈر کرو ڈ ہزار در ہزار، قوم کے دین و ایمان پر عزت و عصمت پر اموال و املاک پر ڈاکہ زنی کا یہ
مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیارانہ ڈرامے اور کھیل ہر سب قوم کی جان و مال سے کئی بار
کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے معاذ اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغا باز مکار کے
دغا اور مکر سے ہر ظالم شریر کے ظلم و شر سے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست
پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی و ملا کی عوام کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں
نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ۔ اے ایمان
والو۔ کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب
سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ
ایمان پر بھی ڈاکہ یہ ہے شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے
پاکیزہ کرتوت اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے
جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ ٹھپے اور داغ سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار
کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ
مخلوق خدا ہوش میں آئے۔ اور پیروں کے دام تزویر میں نہ پھنسے ساتھ ہی قرآن مجید میں

اللہ تعالیٰ نے علماءِ حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ رضا الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے میں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار دجھگڑے کا خاتمہ کا حال بھی عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکور پر بغیر کسی مناظرہ و مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول:- یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم:- یا پھر خوف خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ حق کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ بحمدہٖ بفضل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پہ اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں بااطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرما لیں۔ لیکن بر اہو ضد اور

طلب کا، تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لئے ہی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد
وعناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ"
کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تاکہ
پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ
الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی
کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونو فریق کی گفتگو
ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان
کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی
میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور
اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ
جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر
کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے لہٰذا دونو فریق ایک تحریر کر دو
کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔
کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف
کے مطابق ان کے روبرو دونو فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس
موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ
فریب دہ گمراہ کن جھگڑے والا اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟
اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس
اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب
اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی
اور گڑا ہوا پرانا مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط
مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان

أَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ کیا شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے۔ عاقبت کی کیا پرواہ درست ہو یا غلط یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر) کی طرف سے کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ باللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شرم۔ شرم شرم جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی با مہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتویٰ سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار رقعہ کیا۔ لیکن انہوں نے اسی گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے۔ اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم انا للہ وانا الیہ راجعون (چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی) بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدائے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں وزین لہم الشیطان اعمالہم فصدہم عن السبیل فہم لا یہتدون۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وہم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرہم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کرتے اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتے اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے۔ کہ نذر و منت عبادت ہے۔ لہٰذا مرقب

اللہ تعالےٰ کے نام ہونی چاہئے ثواب تمام مومنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منت، صدقہ واجب ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین۔ صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں — کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شرارت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر عیب اور کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خمسہ و توحش سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث و سیر، تاریخ و ادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عثمان ذی النورینؓ نے حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت حسینؓ و دیگر ائمہ مجتہدینؒ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاویٰ سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتویٰ سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمایا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے پیشواؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

اہ حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں لاکھ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لیے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے۔ لہٰذا اے برادران غلام منتیاں تمام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دھوکا مکر اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز بعض حرام بعض مکروہ اور بعض کے سب جرعات سیئہ ہیں میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عبد شکنی کی لیکن پھر بھی باز نہیں آئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ڈکورو اناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے لہٰذا بحمد باز مرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں۔ اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبیؐ کا فوراً بالفور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گجرات میں ایک انجمن مسماۃ خدام الصوفیہ ہے اور ان کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے، برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفسدن اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن

اکل اموال الناس بالباطل ہو۔ یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع، کھانے پینے کے ڈھنگ، نذر و منّت، چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں۔ آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے۔ ڈاکٹر

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

دسے انہیں کیا واسطہ، انہیں تو اپنے حلوے، مانڈے اور '

غرض، باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و مُلّا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ و التسلیم کی عزت ومحبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوۃ و التسلیم کی عزت وحرمت کے لئے چند دن کی آزمائش آجائے تو بایں دعوے عشق محبت بیک بینی ودو گوش بذریعہ معافی رہائی پاکر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم! بھلا جن شکم پرستوں کا یہ ذلیل کردار ہو کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت وحرمت کے نعرہ سے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود خدا سے، رسول سے، قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام وآرائش سے جمعرات کی ارواحی کھیریں اور سویّاں، چوتھے چالیسویں کا نان وحلوا اور جوڑے جوتے، گیارھویں کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں، سادہ لوح قوم کے دین وایمان پر اور مال ودولت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے "جھگڑے کا خاتمہ" جیسے عیارانہ اشتہار، صوفیانہ جبہ ودستار، عاشقانہ فنی تقریریں دھواں دھار اور بصدقہ معنی جیل سے پُراسرار فرار نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنة الله والملائكة والناس اجمعین بر چنیں عیار مکار، کروڑ کروڑ ہزار در ہزار۔ قوم کے دین وایمان پر، عزت وعصمت پر اموال واملاک پر ڈاکہ زنی کا یہ مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیار انہ ڈرانے اور کھیل غریب قوم کی جان ومال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے،

شریر کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست پیر اوران کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی وملائی عوام کے دین ومال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ، ایمان پر بھی ڈاکہ، یہ ہیں شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے پاکیزہ کرتوت، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ
سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرمادی ہے تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے اور بہروپیوں کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرمادیئے
سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ رضاء الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت

خاتمہ) کا حال بھی عرض کر دیں تا کہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانۃً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ

خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرمالیں۔ لیکن برا ہو ضد اور لالچ کا، نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لئے تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہی غلط مسائل کا ایک اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان

عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے۔ ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی۔ جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے، نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بد دیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بد دیانتی ہے۔ لہٰذا دونوں فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانہ اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے رو

خدارا انصاف کرو، کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ، گمراہ کن، جھگڑے باز اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا، تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانہ مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے

وَأَوۡفُوا بِالۡعَهۡدِ إِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُولًا   وَمَا هَٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا إِلَّا لَهۡوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِيَ الۡحَيَوَانُ لَوۡ كَانُوا يَعۡلَمُونَ

ست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت، انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے۔عاقبت کی کیا پرواہ، درست ہو یا تباہ، یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنھوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بر ترین فتوٰی دیا ہوا ہے کہ ”قرآن وحدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں“۔معاذاللہ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔شرم، شرم، شرم، جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتوٰی بھی مبارک ہو، مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتوٰی بھی میرے پاس موجود ہے۔میں نے اس ناپاک فتوٰی سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کی، لیکن انہوں نے اس گندے، فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ضد پر اڑے رہے، اب تک اڑے ہوئے ہیں۔یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر اور ملاّ پیٹ کی خاطر خدا پاک کے کلام پاک کے معنٰی میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ
وَزَيَّنَ لَهُمُ

الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ

رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔

لیکن جنہیں دین وایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل۔فما اصبرھم علی النار

صاحب موصوف

اس کو شائع کر دیتے۔ اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے کہ نذر و منّت عبادت ہے۔

لہٰذا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہئے، ثواب تمام مؤمنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منّت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے، کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے۔ کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منّت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں، حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منّت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ

یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے۔ قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے:
وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس فریب اور کتنا بڑا ظلم ہے۔ یا اللہ تیری پناہ، مفتی

آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت پیش کیجئے۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

موجود ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ودیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاوٰی سے رجوع فرمالیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتوٰی سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے رہنماؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے، بلکہ خدا خوف تھے، حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے، حق کی اشاعت کرتے تھے اور حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں ہوں۔ ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے، ہمارا فرض راہِ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلانِ حق کرے، لہٰذا اے پیران عظا

علماء کرام اور میرے برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیداً

جھگڑے والا اشتہار شائع کرکے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی،

اعلان کرنا پڑا، اس کے

بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں، پیروں، صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ذکور واناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے۔ لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل وصورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ و سلم کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں، تاکہ حق وباطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

المشتہ

شاہ صاحب نے یہ اعلان حق تو شائع کر دیا وہ بھی پندرہ سال کے بعد مگر اُس بات چیت کے بعد پندرہ سال تک پھر اعلان حق کے بعد مرتے دم تک مفتی احمد یار کو مخاطب نہیں کیا جبکہ مفتی احمد یار دوسرا احمد رضا تھا بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے، مفتی احمد یار کی دیگر کتابوں کو چھوڑ یے صرف "جاء الحق" کو ہی دیکھ لیجئے، شرک وبدعت اور دیگر رسومات کی تائید میں بہترین کتاب ہے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر بھی اس میں موجود ہے اور شاہ صاحب کے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علی واں

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو تو شاہ صاحب بقول مماتیوں کے ساری زندگی مناظرہ کا چیلنج کرتے رہے، مگر خود ایک بدعتی اور مشرک سے بات نہ کرسکے۔ شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ نہیں کرتے، اس

کی تقریباً تمام کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جس میں علمائے دیوبند کے خلاف نہ لکھا ہو۔ مفتی احمد یار کے بعد اس کا بیٹا مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجرات ہی میں اپنے باپ کا جانشین رہا، مگر شاہ صاحب نے کبھی بھی کسی تقریر میں اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کوئی ثبوت ہو تو منظر عام پر لایا جائے۔ جو آدمی مناظر ہو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ پھر ایسے شخص کے مقابل میں جو شرک وبدعت کا سب سے بڑا ترجمان ہو اور شاہ صاحب کے بزرگوں کو کافر بھی کہتا ہو۔

دوسرے غیر مقلدین کے مشہور عالم دین مولانا عنایت اثری بھی گجرات میں موجود تھے، ان کی گمراہی اور انکار معجزات میں شہرت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کے سخت منکر تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں ان میں موجود تھیں مگر ہمارے علم میں نہیں کہ شاہ صاحب نے کبھی بھی ان کو مناظرہ کا یا "بات چیت" کا چیلنج کیا ہو۔

یہ تو اپنے شہر گجرات کی بات تھی دوسری جگہ کی بھی سن لیں۔ اگر شاہ صاحب نے مناظرے کئے ہوتے تو وہ موجود تو ہوتے یا جس طرح "افادات بخاری" کے نام سے کچھ نہ کچھ شائع کر ہی دیا ہے، کوئی مناظرہ بھی شائع کرتے، شاہ صاحب کا تو

مگر سوانح نگار لکھتا ہے:"شاہ صاحب رحمۃ   نے کافی عرصہ اس میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں اور تمام باطل فرقوں سے رضائے الٰہی اور اظہارِ حق کے لئے متعدد مرتبہ مناظرے کئے، ہر مقام پر بحمدہ تعالیٰ سامنے آنے والے

اس لئے ہم تمام مناظروں کی روئیداد شائع کرنے کا

ارادہ ترک کرتے ہیں، البتہ چند مقامات کا تذکرہ واقعات میں چونکہ ضمناً آگیا ہے اس لئے ان کا یہاں تحریر کر دینا قارئین کرام کے لئے ضیافت طبع کا باعث بننے سے ان شاء

علامہ عنایت اللہ گجراتی خطیب جامع منڈی بہاؤالدین جو مودودی بھی تھے اور مماتی بھی، سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے پیر کے زندگی کے حالات لکھے ہیں "**سوانح حیات سید عنایت اللہ شاہ بخاری**" کے نام سے۔ یہ شاہ صاحب کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی اس کی

چالیس واقعات لکھے ہیں۔ مگر بہت سے واقعات شاہ صاحب کی زندگی کے ایسے ہیں جو انہوں نے نقل کرنے مناسب نہیں سمجھے۔ ان میں سے بعض واقعات ہم یہاں پر بغیر

ایک غلط بات کالازمی نتیجہ"۔ پچھلے دنوں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں حضرت مولانا

ہوا ہے، جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترجمان اسلام کے حلقہ ارادت کا دفتر جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ترجمان اسلام کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک مہ

علماء اسلام یا تحفظ ختم نبوت کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ترجمان اسلام کی

[مولانا غلام غوث ہزاروی نے یہاں تک شہاب الدین مماتی کی بات نقل کی ہے، پھر آگے اس کا جواب دیا ہے۔ از ناقل]

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی آپ کو زیادہ واضح ہوتا

کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر رہے ہیں اس شر ذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض وحسد کا شرف حاصل ہے۔ "احقر شہاب الدین" ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ ترجمان اسلام کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے جمعیت اور تحفظ ختم نبوت کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے مگر معاف کیجئے کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ترجمان اسلام نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ علماء دیوبند اور مرکزیت دیوبند اور مسلک دیوبند کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کرکے دھوکہ

مبارک میں مروڑ اٹھا ہے یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کر دی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ کیا یہ بات غلط ہے؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ میں جلسہ میں رفع الیدین کی تردید نہیں کروں گا، البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا۔ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا؟ کیا ریل میں شاہ صاحب [نے] سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی، حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں؟ انہوں نے غنیۃ الطالبین چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی غلط روایت درج کر دی۔ اگر ان حضرات کا

ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی واجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا تو ترجمان اسلام خوشی سے اس کو شائع کرکے گذشتہ اشاعت کی تردید کر دے گا۔ احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔ جمعیت علماء اسلام علماء حق کی جماعت ہے اور ترجمان اسلام کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے، چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد وگمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ وتاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ ہم حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں، عذاب قبر کے قائل ہیں، وسیلہ کے قائل ہیں، حضور صلی

دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب [مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی اس بات سے ہم متفق نہیں ہیں، یہ ملکی سیاست کے اعتبار سے ان کا اپنا خیال ہے۔ از ناقل] نہیں کہتے، بلکہ تحفظ اصول دین کے لیے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو "ترجمان اسلام" شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے

شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جو آپ نے کسی شخص کو لکھ کر دی تھی، وہ غیر مقلد عالم مولانا خالد گھرجاکھی بن مولانا مستری نور حسین گھرجاکھی گوجرانوالہ شاگرد مولانا محمد اسمعیل سلفی غیر مقلد نے اپنی جماعت کی تبلیغی رپورٹ میں شائع کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اوراہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتاہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی کو برحق جانتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

13 [illegible]

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث سب کو باوجود
فروعی اختلاف کے مسلمان اہل السنت اہل حق سمجھتا ہوں
اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح
حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام
احمد حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں۔ [illegible]

مسجد [illegible]

(نمائندہ جنگ) یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں شیخ الحدیث
الحاج سید احمد شاہ کی رسم قل نہایت عقیدت اوراحترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے
نامور علماء کرام اور مشائخ عظا

کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث ایک
بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے، ان کی ساری عمر تبلیغ میں گزری، پنجاب بھر کے

اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الٰہی

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام یوم علی پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے جنگ اخبار راولپنڈی، 5 ستمبر 1975ء۔ یہ یاد رہے کہ اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض
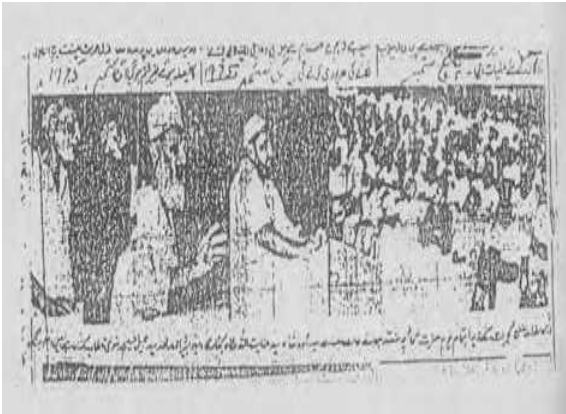
مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ میں جلسہ سے خطاب، حیات النبی صلی اللہ علیہ

آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درود وسلام (الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله، الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب الله

صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سماع خود فرماتے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں۔"[اوراس بات کے

خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل"

خیر المدارس کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اسکی تردید کی جس کی بناء پر مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ میں تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر رسید کیا لیکن حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری کا یہ

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کاروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ مسائل میں بحث کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا

جاتاہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إذا قاتل أحدکم أخاہ فلیجتنب الوجہ فإن اللہ خلق آدم علی صورتہ۔

کہ جب تم سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے، تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایاہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

بہر حال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں جب کہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری فرماتے تھے کہ حیات دنیوی کا عقیدہ رکھنا چاہیے، کیونکہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ "حضرت نانوتوی کا یہ تفرد ہے، اس لئے وہ اپنے اس عقیدہ کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، فلہٰذا دوسرے اکابر علماء دیوبند کا جو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

جو لوگ شاہ صاحب کے جنازہ میں شریک تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ شاہ صاحب کا جنازہ جب گھر سے اٹھا اور نماز جنازہ پڑھانے کی جگہ لے جایا جارہا تھا تو جی ٹی روڈ پر شاہ صاحب کے عقیدت مند نعرے لگا رہے تھے: "مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے" اور دوسرا نعرہ لگا رہے تھے: "بخاری تیرا مشن جاری رہے گا"، بعض کہہ رہے تھے: "پیر بخاری تیرا مشن جاری رہے گا"، پھر تھوڑی دیر بعد کہہ دیتے: "مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے"۔ یہ سب کچھ شاہ صاحب کی میت کے پاس یعنی چارپائی اٹھانے والے کہہ رہے تھے، جو شخص ساری زندگی کہتا رہا کہ مردے نہیں سنتے، یہ عقیدت مند اس کو سنا رہے تھے۔ بریلویوں کو تو کہا جاتا ہے

ہم نے شاہ صاحب کی سوانح حیات کے مطابق شاہ صاحب کا مختصر سا تعارف پیش کر دیا ہے۔ سوانح نگار نے شاہ صاحب کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، اس لئے ہم بھی کچھ لکھنے سے معذور ہیں۔ سوانح نگار کو بتانا چاہیئے تھا کہ شاہ صاحب نے پہلی شادی کب فرمائی، دوسری شادی کب کی، اولاد کتنی ہے؟ وغیرہ۔ ہمیں تو صرف مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہی کا علم ہے۔ شاہ صاحب اپنے اس بیٹے سے کافی عرصہ ناراض رہے لیکن سوانح نگار نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور

ہم پہلے یہاں پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے متعلق کچھ عرض

ء میں قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں قادیانی جماعت کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا تھا اور خدشہ تھا کہ ملک کہیں قادیانی سٹیٹ نہ بن جائے۔ اس کے ازالے کے لئے مجلس احرار اسلام نے دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک چلائی جس کی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا، جس سے علماء کا شیرازہ بکھر گیا اور علماء نے اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق دوسری راہیں اختیار کیں، مثلاً سیاسی ذوق کے حامل اور سیاسی جہد وجہد کرنے والے علماء جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہو گئے، رد شیعیت میں دلچسپی رکھنے والے حضرات تنظیم اہل سنت میں شامل ہو گے، تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے ذوق کے حامل

حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ دعوت توحید وسنت اور رد شرک

قلعہ دیدار سنگھ) کی امارت میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تشکیل و تاسیس کی تو حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو اس جماعت کا مرکزی نائب امیر بنایا گیا اور 1962ء میں حضرت قاضی نور محمد صاحب کے انتقال کے بعد امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ مقرر ہوئے اور تقریباً ربع صدی تک بطور امیر جمعیۃ اشاعۃ

ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ و متعلقین نے جمعیت اشاعۃ التوحید

ایک نئی جماعت کی ضرورت"

چونکہ دیگر دینی پلیٹ فارمز کے ذریعے توحید وسنت کے بے جھجک بیان اور اس کے احیاء میں مصلحتوں کی ہرزہ سائی[اصل کتاب میں ہرزہ سرائی کے بجائے ہرزہ سائی ہی لکھاہے۔ از ناقل] اور مداہنت کے باعث رکاوٹیں پیش آرہی تھیں، اس لئے

عشتہ

استاذ العلماء مولانا ولی اللہ اُ

خطیب الاسلام مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین

تبلیغ توحیدو اشاعت سنت کی داعی جماعت کے اغراض و مقاصد اور

جماعت سے وابستہ علماء وصوفیاء، محدثین ومفسرین،علماء و اولیاء کا عقیدہ ومسلک اس

مذہبی جماعت کے قیام کا اعلان مورخہ 27 نومبر1957ء بمطابق 1377ھ کو

جہاں تک ممکن ہو عوام کو سلف صالحین کے مسلک پر چلنے کی دعوت دینا اور

نے یہ ساری کارروائی اس لئے نقل کی ہے کہ جمعیت کے بعض خاص
خاص علماء کے حالات اس کتاب میں ہم نے لکھنے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات پر
بحث بھی کرنی ہے، اس لئے آپ کے علم میں ہونا چاہیئے کہ یہ شخص جمعیت کے ہی فرد
ہیں کوئی غیر نہیں۔ دوسرے شاہ صاحب نے کہاں تک ان دونوں شقوں پر عمل کیا

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز
خان صفدر رحمہ اللہ نے بعد میں جمعیت اشاعۃ التوحید سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اس
وجہ سے بعض مماتی؛ حضرت رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں
کہتے ہیں مولانا محمد طاہر پنج پیری نے بھی تو جمعیت چھوڑ دی تھی، اس پر اعتراض کیوں

اشاعت التوحید والسنت قائم کی اور اس کے
صوبائی امیر مقرر کئے گئے تھے۔ شوریٰ میں فیصلہ ہوا تھا کہ کسی نے بدعت کی اور پھر
معافی کی بجائے اس پر مصر رہا تو ہم ان سے بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ جب مولانا نصیر
تو ی کا فتویٰ شائع ہوا تو ان سے بائیکاٹ کے با

لیت و لعل کرتے رہے، اسی وجہ سے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر کے جماعت اشاعت التوحید والسنت کی بنیاد رکھی، جس کے آپ امیر مقرر ہوئے۔ اس جماعت نے صوبہ سرحد میں دعوت توحید، اشاعت سنت اور تردید شرک وبدعت کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ 1985ء میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات کی تحریک پر پنجاب اور جماعت صوبہ سرحد

آگے حضرت صوفی صاحب کی ایک عبارت قطع وبرید کر کے بغیر حوالہ کے نقل فرمائی ہے۔ قارئین! ہم حضرت صوفی صاحب کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں، جس سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مقام واضح ہو جائے گا۔ حضرت صوفی صاحب ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: "**مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات**" جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین کی تحریر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے بھی ہیں، ان کو حضرت سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آواز ہیں، مقرر اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل

سے کنارہ کش ہو گئے، کم و بیش ربع صدی سے

گجرات کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہل بدعت کے خلاف ایک دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں متوازن معلوم ہوتے تھے اتنا ہی خلاف توقع انہوں نے ایک مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا جس

کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہر گز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا، یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعاء کیا جائے کہ بس جو بات میری سمجھ میں آگئی

ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بد عقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب

ایک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہلِ بدعت اور

اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے
کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے

ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور آدمی سے سرزد ہوتیں
تو شاید وہ درخور اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالم دین جس کو بڑے بڑے اکابر
سے شرف تلمذ حاصل ہو کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ
صاحب سے اور مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے تلمذ
حاصل ہے، اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا "المہند" جس کو مرتب کرنے والے
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ
اللہ علیہ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک تمام ذمہ دار حضرات
کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح

اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے
افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور
جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی۔ کیا اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی تحقیقات
کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے۔ ہمارے خیال میں تمام اکابر
خواہ وہ مولانا حسین علی یا مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا اشرف علی تھانوی ہوں یا مولانا
سید انور شاہ کشمیری، مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا خلیل
احمد اور مولانا احمد علی لاہوری ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ

نقش قدم پر تھے اور سب اہل حق میں سے ہیں، ان کو بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بناء پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہل باطل اور اہل بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔العیاذباللہ

ساغرت از خون دل یاراں است

وائے اغیار اگر ایں اجر وفا داراں است

والے ہیں، تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن وحدیث وعلوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں، حبۃً للہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا۔ آپ کے دو دورے مشہور رہے ہیں، بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس میں بعض اوقات سوسو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے ضعف ونقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں، لیکن طالبان طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے۔ سلوک وتصوف میں تشنگان ذوق کو سیراب فرمارہے ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یاد گارِ سلف ہیں۔ مزاج، طبیعت اور تحقیقاتِ مسائل اور طرز عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپ کا شعار ہے۔ آپ نے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ ان حضرات کو ان اکابر کے طرز عمل کو سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ بہر حال انہوں نے علم وسلوک دونوں

عشّد

ّ

، والے

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ باباجی کے خویش اوران کے صحیح جانشین ہیں، عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف وکمزور ہو چکے ہیں۔ ان کے شاگرد بھی لاتعداد ہیں۔ یہ بھی ذاکر شاکر اور خدایاد انسان

طبع، متقی عالم تھے، پڑھاتے بھی رہے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ واصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔ گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیاہے۔ بیشمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے۔ نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے۔ حضرت مولانا حسین علی سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ تصوف وسلوک کے مقامات سے واقف تھے، توحید وسنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا اور اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مسئلہ حاضر وناظر، مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق ”صلوۃ الرسول“ وغیرہ بہت قیمتی

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے [حضرت صوفی صاحب مراد ہیں۔ از ناقل] کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "من صلی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا ابلغته" تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ اور سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوۃ وسلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس

نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور دورہ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ "بندہ نے حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں پانچ سال گذارے تھے اور آپ سے حدیث، تصوف اور ھدایہ پڑھا تھا"۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں۔ آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا

خلاف جہد وجہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملۃ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء و تشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش!

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”آپ بڑے جید عالم ہیں، علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے پرانے فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے برادر خورد ہیں۔ تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً 18 سال تک پنڈی گھیپ میں تدریس کرتے رہے ہیں۔ یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور

دن وہاں کام کرتے رہے، پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے۔ یہاں سے پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں، آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث پڑھاتے ہیں۔ .... مزاج میں حدت اور

میخانہ ازل میں جہانِ خراب میں
ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

حرم میں سر کوئے بتاں رہے

اک برق اضطراب رہے ہم جہاں رہے

صرف، نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔**تعلیقاتِ بخاری بنام الهام الباری** (عربی) اور **غاية المامول شرح عبدالرسول**

مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا [جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، اب ہمارے علم کے مطابق مکمل طبع ہو گئی ہے۔ از ناقل]، جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق ہے قابل قدر ہے، لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے، وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دو سال قبل کی استعمال کی گئی ہے، بالفاظ دیگر "ملار موزی" کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ نہیں کر سکتا۔

درجہ کی ہے۔ جب مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ دیں؛ القول الجلی اور مسالک العلماء، جن میں قاضی صاحب کی جذباتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم و فضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم

، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں، حضرت مولانا

حسین علی کے شاگرد اور مرید ہیں، مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں، "**بلغة الحیران**" انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، بڑے مقرر اور صاحب طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں، آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ موثر ہوتا ہے، بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کو بہت اجتماع ہوتا ہے، ڈابھیل کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب سے حدیث پڑھی ہے، فنون اَنہی والے

ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں

اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں، لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے، ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا، فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے، اس طرح مولانا حسین علی کے طرزِ فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہو گا، بہت سی باتیں تفصیل میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علی کی طرف انتساب واقع کے خلاف ہے۔ سجاد صاحب حضرت مولانا حسین علی کے

جب مولانا احمد حسین شاہ سجاد بخاری نے تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں

السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق نہیں تھیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر جواہر القرآن کے مرتبین کو آگاہ کرنے کے لئے اکابر کے مشورہ سے تفسیر کے بعض مقامات پر تنقید فرمائی اور اسے "**ھدایة الحیران فی جواھر القرآن**"

کرنے کے بجائے "**ھدایة الحیران فی جواھر القرآن**" کے جواب میں "**اقامة البرھان**"

توضیح البیان لمافی ھدایة الحیران"

محمد حسین نیلوی ھ میں نیلہ (ضلع چکوال) میں پید

مشہور ہوئے۔ مختلف علماء سے پڑھ کر آخر میں دورہ

حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی سے پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کئی مدارس

، آخر میں جامعہ عربیہ ضیاء العلوم سرگودھا میں شیخ

الحدیث اور مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنف کی ہیں، جن میں خاص طور پر دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

1: **شفاء الصدور (عربی)** اس کا موضوع بحث عدم سماع موتی ہے، اس کا اردو میں ترجمہ محمد امیر بندیالوی نے کیا تھا۔

✪

لکھی تو اس کے جواب میں نیلوی صاحب نے

ندائے حق شائع کی، جو ایک جلد میں تھی مگر منکرین حدیث کی طرز پر سب احادیث کا کسی نہ کسی بہانے سے انکار کر دیا گیا۔ امام اہل السنت نے تسکین الصدور میں ایک دعویٰ کیا تھا، نیلوی صاحب نے پوری کتاب میں اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ دعویٰ ہم

قائل نہیں رہا" کے تحت لکھتے ہیں:

"بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً 1374ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرحِ حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ من ادعی خلافه فعليه البيان ولا يمكنه ان شاء الله تعالىٰ الىٰ يوم البعث والجزاء والميزان۔

پھر استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے تسکین الصدور طبع

ان کے علاوہ ایک دفعہ گوجرانوالہ کے بعض مماتیوں نے تسکین الصدور پر اعتراض کیا۔ حضرت نے فورا "**المسلک المنصور فی رد کتاب المسطور**" لکھ کر منہ توڑ جواب دیا۔ نیلوی صاحب نے آخر عمر میں سیدنا امام حسین کے خلاف بھی ایک کتاب "**مظلوم کربلا**" لکھ ماری، جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو جیل جانا پڑا۔ آپ جیل میں شدید علیل ہو گئے اور ملٹری ہسپتال میں

ءمیں بندیال ضلع سرگودھامیں پیدا ہوئے،

مختلف علماء کرام سے پڑھ کر دورہ حدیث جامعہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ تعلیم کے بعد مختلف جگہ پر تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ کے بعد 1958ء میں بلاک نمبر 18 سرگودھا شہر میں "جامع مسجد حنفیہ" میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور یہیں پر آپ نے مدرسہ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کا آغاز کیا۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے نائب امیر بھی رہے۔ آپ نے بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں سید عنایت اللہ شاہ کا ساتھ دیا اور

حید والسنت کے مرکزی مبلغ تھے اور

جمعیت اشاعت التوحید والے ان کے نام کے ساتھ جو جو القاب لگاتے تھے، وہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

☼

احمد سعید چتروڑی نے تعلیم بھی ان ہی لوگوں سے حاصل کی، دورہ حدیث

بھی اشاعت التوحید والسنت والوں کے مدرسہ میں کیا، پھر فراغت کے بعد سے لے کر

اس نے کہیں تو شاہ صاحب نے اس کو
جماعت سے نکال دیا۔اس کے افکار وخیالات کی تو کافی عرصہ سے شکایات بھی آتی رہتی تھیں، مگر شاہ صاحب نے در گذر کیا۔جب شاہ صاحب کی اپنی باری آئی اور آپ کی توہین شروع ہوئی تو جماعت کے دستور کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر اس کو جماعت سے نکال دیا گیا۔اس کے عقائد و نظریات کیا تھے؟ یہ تو پکی بات ہے کہ وہ عقائد و نظریات جو جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے اِس وقت ہیں، وہ تو سارے تھے مگر یہ شخص ترقی کرتے کرتے منکر حدیث بن گیا اور امام بخاری رحمہ اللہ اور بخاری شریف

قرآن مقدس اور بخاری محدث نامی کتاب دار الافتاء کو برائے اظہار رائے موصول ہوئی ،یہ کتاب احمد سعید خان صاحب ملتانی کی ہے ،یہ کتاب اور اس کے مرسلہ اقتباسات پڑھے ،یہ کتاب انتہائی گمراہ کن ہے جگہ جگہ اس میں احادیث نبویہ کا استہزاء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تضحیک و تکذیب کی گئی ہے اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ، صحیح بخاری کی رواۃ کی برائی کی آڑ میں احادیث کو قرآن کے مخالف اور عقل کے خلاف کہہ کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو خلاف واقعہ ،غلط اور جھوٹا کہنا، آپ پر الزام تراشی کرنا، آپ کے کردار کو نازیبا الفاظ میں پیش کرنا، جگہ جگہ احادیث میں شک پیدا کرنا، انہیں

ہے اور مصنف نے چالاکی یہ کی کہ براہ راست احادیث نبویہ کا انکار نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے راویوں پر سارا الزام رکھ کر احادیث کے مضامین کی تردید اور ان کا استہزاء کیا ہے۔علاوہ ازیں مصنف نے وہ چیزیں جو حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوسکتیں، بلکہ وحی الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، ان میں بھی حواس خمسہ کو دخل دیا ہے اور ہر جگہ عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں۔جس کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں، اور بدعقیدگی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔مزید برآں مصنف میں ذخیرہ احادیث سے لاعلمی اور کج فہمی بھی پائی جاتی ہے زبان غیر شائستہ اور سوقیانہ ہے بازاری الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ایسا شخص اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، وہ دیوبندیت سے اور اہل حق سے کوسوں دور ہے، ایسے گمراہ شخص کو اپنے جلسوں میں

کتاب قرآن مقدس بخاری محدث میں جو مطالب مذکور ہیں ان غلیظ نظریات کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یا ان کی کتاب صحیح بخاری کی طرف کرنا بالکل غلط ہے اور مولف کتاب کے سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔یہ خود ساختہ مفروضات اور غلیظ مطالب جو مولف مذکور نے کھینچ تان کر بعض احادیث بخاری سے کشید کیے ہیں، بخاری شریف کی احادیث سے کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔مولف مذکور

سے رجوع کرے اور امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم امام حدیث اور ولی اللہ
کے بارے میں جو یاوہ گوئی اور بہتان تراشی اس کتاب میں کی ہے اس پر صدق دل سے
اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرے ورنہ من اذیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب
اور من شذ شذ فی النار

مطابق مصنف مذکور سعید احمد ملتانی [چتروڑی] اپنی تصنیف کے مطابق
زندیق، ملحد، ضال، مضل اور اسلام دشمن شخص ہے۔
فتویٰ نمبر 21099

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ۔۔۔اقتباس:

حدیث شریف کا انکار کرنا اس نے شاہ صاحب ہی سے سیکھا تھا، کیونکہ شاہ صاحب ان تمام احادیث کا انکار فرماتے ہیں جن سے:

اسی طرح عام سماع موتی اور دیگر احوال برزخ و قبر کے حالات جن احادیث میں آتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ سب کا تو نہیں کرتے، تو ہم کہتے ہیں کہ بعض احادیث کا تو کرتے ہیں۔ جب کہ ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی ان احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بھی یہ کہہ کر ہی ان احادیث کا انکار کرتے تھے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ اسی طرح احمد سعید ملتانی نے کیا ہے۔ احمد سعید کی اس کتاب کے رد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، جن میں سے

ان کتابوں کی موجودگی میں ہم احمد سعید کے متعلق کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھ لی جائے۔احمد سعید کے علاوہ اس وقت بھی جمعیت اشاعت التوحید کے اندر اس قسم کے افراد موجود ہیں جو اس کی طرز پر چل رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی چند قدم آگے ہیں۔ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب سے پنج پیری حضرات کا جمعیت سے الحاق ہوا ہے اس وقت سے وہ جمعیت پر چھا گئے ہیں اور جمعیت کا

ہم نے جمعیت کی دس شخصیات کا مختصر تعارف یہاں پر لکھ

شاہ صاحب جب تک اہل حق کی جماعت [اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی] کے ساتھ رہے اس وقت تک شاہ صاحب کا ادب واحترام بھی سب ہی لوگ کرتے تھے، شاہ صاحب سے تقریریں بھی کراتے تھے اور دیگر پروگراموں میں بھی آپ کو مدعو کیا جاتا تھا مگر جب شاہ صاحب نے بعض مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی تو اہل حق سے کٹتے چلے گئے اور حق کی جماعت کو آپ نے دو ٹکروں میں تقسیم کر دیا، اس سے اہل حق کا اتنا بڑا نقصان ہوا جو آج تک پورا نہ ہو سکا۔ اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری شاہ صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ بہر حال شاہ صاحب نے جن مسائل میں تفرد اختیار کیا ان کی وجہ سے آپ اہل حق کی جماعت سے خارج ہو گئے تھے۔ آپ نے جن مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

1.

عرض اعمال کا انکار وغیرہ وغیرہ

ہم آگے کتاب میں ان مسائل پر بحث کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شاہ

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ امت محمدیہ اور اہل حق کی جماعت میں تفریق
پیدا کرنا ہے۔ یہ کارنامہ شاہ صاحب کی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور وہ اس میں کافی

ہیں، وہ اپنے آپ کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اہل السنت والجماعت
ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر جب ان سے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بات

آپ ان سے یہ طے کریں کہ آپ بھی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہیں اور
ہم بھی دیوبندی ہیں، چلو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اکابر علمائے دیوبند کی
تحریرات سے فیصلہ کرلیتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اس بات پر کبھی
راضی نہیں ہوں گے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔ طرح طرح کے بہانے بنائیں گے۔ آپ

◎

ا
ا

نہیں مانیں گے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ

لوگ صرف دعوی ہی دعوی کرتے ہیں، عمل نہیں کرتے،ورنہ کتنی آسان بات ہے کہ امت دوبارہ اکٹھی ہو جائے، لمبی چوڑی بحثوں میں پڑنے کی بجائے آسانی سے مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔

2: یہ اپنے آپ کو" حنفی" کہتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صرف فقہائے احناف سے کرا لیتے ہیں۔ہم صرف فقہائے احناف سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کریں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ روح مبارک کا تعلق کسی حیثیت سے بھی نہیں ہے اور قیامت کے دن سے پہلے جسم اقدس کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی آپ درود و سلام سنتے ہیں۔"

اگر ہے ہمت تو کوشش کر کے دیکھ لیں۔جب یہ اپنا عقیدہ علماء احناف سے بھی ثابت نہ کر سکیں اور ابھی تک کر بھی نہیں سکے تو یہ پھر حنفی بھی نہیں ہیں، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی فقہاء سے بھی کوشش کر کے دیکھ لیں، یوں یہ حضرات مذاہب اربعہ سے اپنا خود ساختہ عقیدہ ثابت نہ کر کے اہل سنت والجماعت سے مکمل خارج

تو چار ہیں، ان سے بات کرنی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات آپ کی بالکل ٹھیک ہے، مگر ہر ایک جماعت اور فرقہ سے بات کرنے کا طریقہ جدا جدا ہوتا ہے، جو لوگ خدا کو نہیں مانتے بات تو ہمارے اکابر ان سے بھی کرتے ہیں، یہودی، عیسائی، پارسی، ہندو وغیرہ یا دنیا میں اس وقت جو باطل مذاہب ہیں کیا ان سے مسلمانوں کے مناظرے نہیں ہوتے؟ لازمی بات ہے کہ ہوتے ہیں مگر ہر ایک سے مناظرہ کرنے کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ آپ نے ادلہ اربعہ کی بات کی ہے، بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو جب ہم نے کہا کہ فقہاء احناف یا چاروں ائمہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے ثابت کرو تو یہ قیاس کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ اہلسنت والجماعت سے ثابت کرو تو اجماع کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت کرو تو دوسری دلیل کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہم تو ادلہ اربعہ سے ہی مناظرہ کرتے ہیں مگر عوام کو آپ کے دھوکہ سے بچانے کے لئے ترتیب بدلی ہے۔ اگر آپ صرف اور صرف قرآن کا دعوی کرتے فرقہ اہل قرآن کی طرح تو آپ

اب آپ سے کوئی مماتی فرقے کا شخص قرآن قرآن کی رٹ لگائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس سے یہ بات طے کریں کہ میں اگر کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہوں تو آپ اسے تسلیم نہیں کریں گے اور جو آپ ترجمہ یا تفسیر کریں گے میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تو فیصلہ کس طرح ہو گا؟ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ آپ

میں بھی دیوبندی ہوں، ہم دونوں دیوبند مسلک کے کسی مستند عالم دین مفسر قرآن کی تفسیر کا انتخاب کر لیتے ہیں، آپ بھی اس کے پابند ہو جائیں اور میں بھی ہو جاتا ہوں، تو ایسا کرتے ہیں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ ''تفسیر معارف القرآن'' کا انتخاب کر لیتے ہیں، یقین جانیے کبھی بھی کوئی مماتی تیار

مماتی سے کہیں:

کیوں؟ یہ تفسیر کیوں درست نہیں؟ کیا مفتی صاحب کو قرآن نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے؟ آپ کیوں نہیں مانتے؟ آپ بھی ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ اب یہاں پر المہند کی تو بات نہیں ہو رہی، قرآن کی بات ہو رہی ہے، مگر مماتی کبھی نہیں مانے گا۔ پھر آپ اس مماتی سے کہیں: بقول آپ کے مفتی شفیع صاحب کو تو تفسیر کا علم نہیں تھا، وہ صرف مفتی تھے، چلو! مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ والا ''**معارف القرآن**'' دیکھ لیتے ہیں، اس سے فیصلہ کر لیں گے، وہ تو دیوبند میں شیخ التفسیر رہ چکے ہیں۔

اگر مماتی اب بھی نہ مانے تو پھر مفتی عاشق الٰہی کی تفسیر ''**انوار البیان**'' کا نام لے لیں، پھر ''**تفسیر عثمانی**'' کا نام لیں، علماء دیوبند کی تفسیروں کے بعد شاہ عبد العزیز کی ''**تفسیر عزیزی**'' کا نام لیں، اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی کی ''**تفسیر مظہری**'' کا نام لیں، یقین مانیے! کوئی مماتی آپ سے اس طرح بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا، کیونکہ اس طرح ان کا اپنی مرضی سے تفسیر کرنے کا وہ طریقہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب تفسیر بالرائے کیا کرتے تھے اور ان کے حواری بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ احمد سعید ملتانی کے متعلق تو ''**نغمہ توحید**'' کے مدیر نے کتاب لکھ دی ہے ''**تفسیر یا تحریف**''، مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ اصول احمد سعید نے شاہ صاحب سے ہی

یہی حال احادیث کے ساتھ شاہ صاحب کا تھا۔ مثلاً آپ ایک حدیث پیش

کریں جس میں مسئلہ سماع موتیٰ کا ذکر ہے اور اس کی تشریح میں بڑے بڑے محدثین

✪

کے اقوال سے ثابت

کریں کہ حدیث ان محدثین کے نزدیک درست ہے اور اس حدیث کا یہ مفہوم اور مطلب محدثین نے سمجھا ہے یا اس حدیث سے یہ مسئلہ ان حضرات نے استنباط کیا ہے۔ شاہ صاحب کبھی بھی تسلیم نہیں کرتے، آج بھی آپ کسی مماتی سے تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اس فرقہ کا "قرآن، قرآن" کہنا اسی طرح ہے جس طرح منکرین حدیث "قرآن، قرآن" کہتے ہیں یا منکرین فقہ "حدیث، حدیث" کہتے ہیں یا اہل تشیع اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اس باب میں فرقہ مماتیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے اکابر کی مصالحتی کوششیں اور فرقہ مماتیت کی قیادت کی ہٹ دھرمی سے ان کاوشوں کی ناکامی

فرقہ مماتیت کس طرح معرض وجود میں آیا، اس فرقہ کا تاریخی پسِ منظر کیاہے، کس طرح اکابرین علماء دیوبند نے ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فرقہ اپنی "میں نہ مانوں" والی ضد پر اڑا رہا، ان تمام امور کی تفصیل فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن**" میں بیان فرمائی ہے۔ افادۃً ہم اس کتاب سے اہم باب نقل کر رہے ہیں۔

پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سببِ افتراق بنے
ہوئے ہیں، بعض وہ علماء جو خود کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں وہی اکابر دیوبند کی تحقیق سے ان مسائل میں اختلاف وانحراف کررہے ہیں۔ ان مسائل میں سرفہرست "مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ہے اور اس کی فرع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع عند القبر الشریف اور استشفاع من القبر المد
عالم برزخ اور قبر کے عذاب وثواب کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں شامل بلکہ متذکرہ

اس نزاع کی ابتداءاس طرح ہوئی کہ ملک کے مشہور دینی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی نے داعی حضرات کی رواداری اور حسن سلوک اور تمام تر آداب مجلس سے قطع نظر کرکے اپنے

خصوصی نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ جس کا اسی موقع پر شدید رد عمل ہوا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک اکابر دیوبند کی تائید وحمایت کرتے ہوئے علمی انداز میں باحوالہ مخالف مسلک و نظریات کی تردید اسی جلسہ عام میں کردی۔ مگر افسوس معاملہ اسی پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ اکابر دیوبند کے خلاف نظریات رکھنے والے گروہ علماء نے اپنے ذاتی نظریات کی ہر جگہ برملا تشہیر و تبلیغ شروع کردی

اس اختلاف کو سلجھانے اور عوام کو افتراق سے بچانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی قدس سرہ کی ثالثی کی تجویز بھی فریقین نے تسلیم کی اور دونوں ثالث حضرات نے فریقین کو اپنے اپنے موقف اور اس کے دلائل کے لئے خط بھی ارسال کیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے تحریری طور پر اپنے موقف کو مدلل کرکے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دیا مگر دوسرے فریق نے اس سے پہلو تہی کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس جگہ

یہ تفصیل مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی اس قلمی فائل سے مرتب کی گئی ہے جو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں موجود ہے اور اس فائل میں اس سلسلے کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فریقین کی تحریرات محفوظ ہیں۔ یہ احقر (مراد فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ ہیں) مجلس تحفظ ختم نبوت

۔جزاھم اللہ خیراً

محب محترم مولانا عبد الرحیم اشعر ناظم اعلیٰ مجلس ختم نبوت پاکستان خصوصیت سے احقر کے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی توجہ اور عنایت سے اس علمی تحریر کی نقل مہیا ہو سکی جو مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی طلب پر بھیجی تھی جس سے فریقین کے اختلاف ونزاع کا پتہ چلتا اور موضوع اختلاف کا تعین ہو تا ہے۔ ہم اس مفصل تحریر کی نقل افادہ عام کے لئے آگے چل کر

ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کو فریقین مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی وحضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برزخی وحیات دنیوی) کے تصفیے کے لئے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کیا ہے، امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکور میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کریں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کر لیا ہے، ہم آپ کے فیصلے کے پابند ہوں گے، نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں ہو گا، تاریخ 17، 18 جنوری 1961ء مقرر کی گئی

بقلم لال حسین اختر

لاشئ غلام اللہ

ہوا یہ کہ اس مقررہ تاریخ پر بوجہ وارنٹ گرفتاری مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سکھر نہ پہنچ سکے اور ان تاریخوں میں سکھر میں اجتماع نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب سمجھا کہ زبانی مناظرے اور گفتگو سے پہلے فریقین سے ان کے اپنے اپنے دعوے اور دلائل کی تحریر حاصل کر لی جائے تا کہ زبانی بحث و مناظرے اور فیصلے کے وقت اس سے مدد لی جا سکے۔ چنانچہ مجوزہ ان دونوں ثالث حضرات کا مکتوب گرامی جس کو انہوں نے اس مقصد کے لئے فریقین کی طرف

آپ اپنا دعوی اور اس کے دلائل تحریر کر کے ارسال کریں اور اپنی تحریر کی دو کاپیاں بھیجیں، تا کہ ایک کاپی ہم دوسرے فریق کو روانہ کر سکیں۔ اسی طرح چار چار پرچہ تحریر کرائے جائیں گے۔

2: جو آپ تحریر کریں اس پر مولانا لال حسین اختر کے بھی دستخط ہوں، اگر

مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے

دس روز کے اندر اندر موضوع و دلائل سے متعلق مفصل تحریر لکھی اور اس پر مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیقی تحریر بھی حاصل کرلی، وہ تحریر مع تصدیق مولانا لال حسین اختر 24/ اپریل 1962ء کو ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دی۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے 7 ذوالحجہ 1381ھ

اب سنئے کہ مذکورہ ثالث نامہ لکھنے والے دوسرے فریق مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس مکتوب گرامی کے جواب میں کیا طرز عمل اختیار کیا، چونکہ اسی مضمون کا مکتوب گرامی ثالث حضرات کی طرف سے

کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ

بخاری نے تو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے نام اپنے طویل خط میں لکھا: ہم جماعتی فیصلہ کی پابندی میں سکھر کے معاہدہ (شرائط نامہ) کے مطابق موضوع مناظرہ (حیات برزخی و دنیوی) پر بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور فریق ثانی کے لئے اعلان کے مطابق مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات ہو گا۔ ثالث حضرات اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے بالمشافہ موضوع مذکورہ پر دلائل کتاب اللہ، حدیث صحیح، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اجتہاد و قیاس حضرت امام ابو حنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ سن کر اور باقاعدہ جرح فرما کر نقض و معارضہ وارد کر کے اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہو گا۔ معاہدہ سکھر (شرائط نامہ) میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ثالث حضرات فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ فرمائیں گے، واقعی مسائل کے اختلاف و نزاع میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالمشافہ گفتگو کا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے 24/4/1962ء کے اپنے خط میں مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو لکھا: تحریری مناظرہ اندریں حالات کہ یہ مسئلہ اب ہر جگہ پہنچ چکا ہے اور خواص تو خواص عوام بھی منتظر ہیں کہ ہم بھی دلائل سنیں گے، اب آپ کے ارشاد سے مولوی محمد علی اور اس کی جماعت کا مقصد پورا ہو گیا کہ سامنے بھی نہ آئیں اور بدنام کرنے کے لئے پوری طرح سازش کرتے رہیں، عوام و خاص کو بے خبر رکھیں، لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ مناظرہ تو سامنے ہو گا، ہر فریق کے علماء کرام جمع ہوں گے اور کتابیں ساتھ ہوں گی، دلائل پر جرح اور قدح ہو گی بلکہ لوگوں کو موقع عنایت فرمائیں

ثالث نامے میں فریقین کے اجتماع کا مقام سکھر مقرر کیا گیا تھا، مگر ثالث حضرات کے مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کر رہے ہیں، یہ تبدیلی کیسے کر دی گئی؟

مختصراً اس کی حقیقت یہ ہے کہ سکھر کے معاہدہ کے علاوہ درمیان میں ایک اور مناظرہ کے انعقاد کے لئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری کی خط و کتابت شروع ہو چکی تھی، اس مناظرے کے لئے؛ جس میں حضرت قاضی صاحب مناظر ہوتے؛ مقام جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کیا جا رہا تھا اور حضرت قاضی صاحب موصوف کی طرف سے ثالث بنا کر انہیں دو بزرگوں کو گجرات لانے پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ لیکن یہ ایک بالکل مختلف اور علیحدہ مناظرہ تھا، حضرات ثالثان کے مذکورہ مکتوب گرامی کے جواب میں اس نئے مناظرے کے مقام کا ذکر بے تعلق اور اجنبی تھا۔ اصل مناظرہ معاہدہ سکھر کے مطابق سکھر میں ہی ہونا تھا یا پھر ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق کسی مقام پر ہوتا اور اس میں فریقین یہی اشخاص ہوتے جنہوں نے سکھر میں ثالث نامے پر دستخط کر کے ان دونوں بزرگوں کو ثالث تسلیم کیا تھا۔

مولانا غلام اللہ خان کے خط سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مناظرے کو تحقیق مسئلہ کے طور پر نہیں بلکہ عوامی سطح پر ہار جیت کا مسئلہ بنانا چاہتے تھے اور ثالث حضرات کی تجویز کے خلاف عوام کے سامنے مناظرہ کرنا چاہتے تھے اور فریقین میں سے کسی کے صادق و کاذب معلوم کرنے کا مدار عوام پر رکھنا چاہتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ حضرات علماء مسلمہ فریقین مناظرے کے ثالث نہیں تھے اور نہ ان کے

کا گرامی نامہ جس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط بھی ثبت ہیں اور 24/ ذوالحجہ 1381ھ کی تاریخ تحریر ہے، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

یہاں سے رخصت ہوتے وقت آپ کا پرچہ اور بعد میں ایک تار ملا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ آپ تحریری مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ میری تحریر کا مدعیٰ نہیں سمجھے۔ اس کا مقصد تحریری مناظرہ کرنا نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا بلکہ دونوں فریق کی طرف سے اپنے اپنے مدعیٰ کی وضاحت مطلوب تھی تاکہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت دستخط شدہ ذمہ دارانہ تحریر ہمارے پاس ہونی چاہئے تاکہ اس میں کسی فریق کے ردوبدل اور انکار کا امکان نہ رہے۔ لہذا میں آپ کو یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ خط ملنے کے دس روز کے اندر اندر اپنا مدعیٰ دلائل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ ہم قریبی مدت میں اجتماع کی کوئی تاریخ مقرر کر لیں اور ٹنڈو اللہ یار میں مولانا ظفر احمد صاحب کی موجودگی میں دونوں فریق کی زبانی گفتگو کا اندازہ کیا جاسکے۔ مجھے امید ہے کہ تحریری مناظرے کی جو

مناظرہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مناظرہ زبانی ہی ہو گا۔ فریقین سے تحریری مضمون پہلے اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت فریقین کے دستخط شدہ مضامین ان کے پاس ہوں اور اس طرح کسی فریق کے لئے ردوبدل اور انکار کی گنجائش نہ رہے۔ مگر اس وضاحتی خط کے بعد بھی تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی وہ دور نہیں ہو سکی اور ثالث حضرات کے بار بار طلب کرنے پر بھی اپنے دعوے اور دلائل پر مشتمل وہ مطلوبہ تحریر مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ثالث حضرات کی خدمت میں نہیں بھیجی۔ اس وجہ سے نہ تو فریقین کا زبانی مناظرہ ہی ہو سکا اور نہ ہی ثالث حضرات کو اپنا ثالثی کردار ادا کرنے اور فیصلہ دینے کا موقع مل سکا۔ کیا اچھا ہوتا کہ ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق فریقین کا دعوی مع دلائل منضبط ہو جاتا اور کسی فریق کے لئے بھی اپنے دعوے کے بدلنے اور روزمرہ نئے نئے دعوے کرنے کا موقع نہ رہتا اور اس طرح آنے والی نسلوں اور اپنے اپنے معتقدین و متوسلین کے لئے بھی

پھر اس تحریر کے بعد حسب تجویز ثالث حضرات اور بقول مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق فریقین کا زبانی مناظرہ ثالث حضرات کی موجودگی میں ہوتا تو یقیناً مولانا غلام اللہ خان صاحب کی زبان میں صادق اور کاذب کا علم ہو جاتا اور صرف اس مجلس مناظرہ ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے وہ تحریریں صادق اور کاذب ہونے پر گواہ رہتیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کا اصل سبب بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ایک فریق نے اپنے مدعٰی کو مع دلائل کے ضبط و تحریر میں لانے سے راہ فرار کیوں اختیار

عنہم کے خلاف تھا تو پھر بالمشافہ گفتگو اور زبانی مناظرے میں ثالث کا باقاعدہ جرح ونقض اور معارضہ وارد کرنا وغیرہ جن امور پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اپنے خط مذکورہ میں اصرار کررہے ہیں، سنت نبوی اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہوں گے؟ اور مناظرہ نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناظروں

ثالث حضرات کے درست اور جائز اقدام میں رکاوٹ ڈال کر بامقصد مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرنے کا مقصد نہ معلوم کیا تھا؟ جبکہ ثالث حضرات زبانی مناظرہ کرانے کے لئے بھی آمادہ تھے اور اس کا اظہار ان دونوں بزرگوں نے اپنی تحریر میں بھی کر دیا تھا۔ اگر پہلے مطلوبہ تحریر دے دی جاتی تو کیا کسی شرعی دلیل سے یہ ناجائز ہوتا؟ اور ثالث حضرات کا اس کو طلب کرنا کیا ناجائز تھا؟ اس کے بعد زبانی

کے دینے سے انکار وفرار کہ

جس میں دعوی اور دلائل منضبط ہوں اس لئے تھا کہ فریق مخالف یا ثالث حضرات میں سے کوئی شخص ان پر گرفت نہ کر سکیں اور کسی طرح کی ان پر حجت قائم نہ ہو سکے۔

فریقین کے دلائل پر جس قسم کے نقض ومعارضہ کا مطالبہ اپنے جوابی خط میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے ثالث حضرات سے کیا تھا ازراہ انصاف اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ فیصلے کے وقت فریقین کا دعوی اور دلائل ثالث حضرات کے ذہن میں مستحضر ہوں، اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد بہ نسبت زبانی مناظرے کے تحریر سے بہتر طریقے سے حاصل ہو سکتا تھا۔ ایک طرف تو ثالث حضرات سے دلائل پر

تھی کہ وہ اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے نہ صرف یہ کہ دلائل سن کر بلکہ ان پر باقاعدہ جرح اور نقض و معارضہ وارد کر کے اور اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ

نہی ایام میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے۔ حضرت موصوف نے اپنے حکیمانہ انداز اور تحریر وبیان سے فریقین کے عمائد کو ایک متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ کر لیا، چنانچہ حسب ذیل تحریر پر اس وقت کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے صدر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ اورناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان صاحب راجہ بازار راولپنڈی، اور دوسری طرف سے مولانا محمد علی جالندھری مرحوم، حضرت مولانا قاری طیب صاحب موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔اس مسلمہ فریقین تحریر کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست 1962ء

وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔"

اس تحریر میں برزخ سے "قبر شریف" کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیا والے جسدِ اطہر میں حیات کا حصول، پھر اس حیات کی وجہ سے روضہ

چونکہ یہ تحریر اصل اختلاف اور نزاع قائم کرنے والے بزرگ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی مرضی کے موافق نہیں تھی اس لئے انہوں نے اس سے سخت اختلاف کیا، باوجودیکہ ان کی جماعت کے اعلی عہدہ دار، صاحب صدر اور ناظم اعلیٰ دونوں نے اس تحریر کو منظور کر لیا تھا اور اسی روز راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس مصالحت کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، مگر شاہ صاحب موصوف کی بے جا ضد اور شدت نے اس معاملہ کو پھر الجھا دیا اور ملک میں بدستور اختلاف وافتراق کی فضاء قائم رہی بلکہ بڑھتی چلی گئی۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق خیر المدارس ملتان میں علماء فریقین کا مصالحت کے لئے اجتماع ہوا مگر نتیجہ بجائے اتحاد و اتفاق کے نزاع وجدال اور ہاتھاپائی کی صورت میں نکلا اور بڑی تلخی و بدمزگی کی حالت میں یہ اجتماع ختم ہوا اور اندازہ ہو گیا کہ کسی طرح کی مصالحتی گفتگو نتیجہ خیز تو کیا ثابت ہو گی بلکہ مزید تلخی کا باعث ہو گی اس طرح مجلسی شریفانہ گفتگو سے بھی ناامیدی ہو گئی ۔

ء کو حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کا آغاز ہوا، حضرت قاری صاحب نے اپنے

علیہ وسلم جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں"

مولانا غلام اللہ خان نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری

لانا غلام اللہ خان ، مولانا قاضی نور محمد، مولانا شمس الدین ، مولانا عنایت اللہ شاہ نے کلی اتفاق کر کے اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے حضرت مولانا قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر دوسرے حضرات نے اس عنوان سے اتفاق نہیں کیا۔ بالآخر فریقین کی خط وکتابت اور گفت وشنید کے بعد 22/ جون 1962ء یوم الجمعہ کو دونوں جانب کے اکابر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب، حضرت قاری محمد طیب صاحب کی قیام گاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت قاری صاحب نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منقح "قدر مشترک" دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ دونوں حلقوں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی پیش کردہ "قدر مشترک" کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس "قدر مشترک" کی تحریری یادداشت پر جو حضرت قاری صاحب نے اپنے دستخطوں

ت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں، یہ مسئلے کا "قدر مشترک" ہو گا، ضرورت پڑنے پر اسے عوام کے

علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس

راولپنڈی کے اس اجتماع کے پروگرام کی اطلاع مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب 21 / جون 1962ء جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے تھے، مگر قاضی شمس الدین صاحب نے راولپنڈی پہنچنے کے بعد مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو راولپنڈی فی الحال نہ آنے کا ٹیلی فون کرادیا اور خود پنڈی گھیپ جلسے پر تشریف لے گئے۔ اس لئے موخر الذکر دونوں حضرات اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر چونکہ قاضی شمس الدین صاحب اپنے خطوط میں اس مختصر مجوزہ عبارت کی کافی تفصیل لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی بھی مسلمہ سمجھی گئی اور قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب دونوں حضرات قاضی

البتہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے راولپنڈی اس اجتماع میں شریک نہ ہوسکنے کا خلاء پُر نہیں ہوسکا، حالانکہ 22 / جون کو جمعہ کے دن صبح 8 بجے ان کو گجرات فون کیا گیا تھا کہ فوراً راولپنڈی پہنچ جائیں۔ کسی دوسرے آدمی کی وساطت سے یہ فون کیا گیا تھا اس لئے شاہ صاحب کو دس بجے اس کی اطلاع ملی۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارہ میں مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب سے اس صلح کی مجوزہ مذکورہ عبارت پر دستخط لینے اور شاہ صاحب بخاری کو اس صلح کی پابندی کرانے کی ضمانت

پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام

اللہ خان صاحب نے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارے میں حسبِ ذیل تحریر پر دستخط کر کے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی، جس کا متن

اللہ شاہ صاحب سے بھی

اس تحریر پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے، نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم انہیں اس بارے میں مدد نہ دیں گے۔"

ء کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کو جو خصوصی اجتماع زیر صدارت حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا، اس میں قاضی نور محمد صاحب مرحوم کی جگہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو امیر (صدر) منتخب کیا گیا۔ جمعیت کے اس نمائندہ اجتماع میں 84 علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی تھی۔ اس میں بھی "**مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ**" کے زیر عنوان اس سمجھوتے کی توثیق اور اس سے متعلق درج ذیل لفظوں میں قرار داد منظور کی گئی، جس

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعۃ التوحید والسنۃ کا کام

ہو گیا کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب

کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی، وہ کسی شخص واحد یا چند اشخاص کے مابین نہیں بلکہ اس کو بحیثیت جماعت کے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے نہ صرف یہ کہ تسلیم و قبول کیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام جماعت سے درخواست بھی کی تھی۔ فریقین کی متفقہ اس عبارت میں چونکہ "برزخ" سے "قبر شریف" کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیوی جسد اطہر میں حیات کا حصول اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ و سلام سننے کو فریقین نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا اور یہ مقصد پہلی مجوزہ عبارت سے حاصل نہیں ہو رہا تھا اس لئے معاہدہ سکھر میں جو ثالثی تحریر برزخی حیات و دنیوی حیات میں نزاع کے فیصلے سے متعلق فریقین نے لکھی تھی، راولپنڈی کے اس سمجھوتے سے اس کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا اور فیصلہ ہو گیا تھا کہ عالم برزخ میں حاصل ہونے والی حیات دنیوی کہنے والوں کی مراد صرف یہ ہے کہ "دنیوی جسد اطہر میں مبارک روح کے تعلق سے وہ حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں" جس کو سمجھوتے کی عبارت بالا میں

بالا اجلاس میں بطور قرارداد کے منظور کر کے اس کی پابندی کی اپنی پوری جماعت

آپ جب یہ معلوم

کر چکے کہ ہماری جماعت مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح وسالم، محفوظ ہے، روح یا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے نزدیک سے صلوۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلی علیین ہے، جیسا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟

ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں ، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بناء پر قائم ہیں، وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوشگوار ہی چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ ازراہ کرم اس استدعا کو منظور فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام

(تمہیدی مضمون کے بعد) احقر اپنا مسلک پھر عرض کر دیتا ہے کہ اس سے آپ کو قریب آنے کا موقع ملے اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور جب ہمارے قریب آنے کی ہم پر نوازش کریں تو ہمیں سمجھ کر کریں کہ ہم یہ کچھ ہیں:

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موت انقباض روح اور انجذاب روح فی القلب سے نہیں بلکہ خروج روح اور نزع روح طیب سے ہوئی۔ صحیح بخاری ص438، فِيْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُهُ۔

پھر قبل از یوم قیامت اعادہ روح الی الجسد الاطہر بمعنی نفخ فی الجسد نہیں،

﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾

اگر کوئی خبر واحد صحیح بھی ان کے خلاف آجاوے تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کریں گے جس کی علماء اصول اجازت نہیں دیتے، البتہ اس کی کوئی صحیح تاویل اور محمل نکالیں گے۔

(4) روح طیب کے اعلی علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبد العزیز، علامہ ابن قیم وغیر ہم نے لکھا ہے۔

(5) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ ابن

اس کا واضح ثبوت ہیں کہ آں موصوف سمجھوتہ راولپنڈی کی تجویز شدہ عبارت بالا سے

البتہ مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد مذکورہ میں حسب ذیل فقرے کا مفہوم قابل غور ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے: "مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے"، غور طلب بات یہ ہے کہ صلح تو بغیر کسی شرط کے عقیدے مذکورہ کو تسلیم کرنے پر ہوئی، پھر اس قرارداد میں اس صلح کے بقاء کو دوسرے فریق کے صلح کیخلاف کسی قسم کے اقدام نہ کرنے پر معلق کیوں کیا گیا تھا؟ اگر اس عقیدہ کو حق سمجھ کر تسلیم کیا جارہا تھا اور اس کو حقیقت واقعہ کے طور پر قبول کرلیا گیا تھا تو دوسرے فریق کی طرف سے صلح کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے کیا اس عقیدہ حقہ سے انحراف درست ہو گا؟ کیونکہ راولپنڈی کے سمجھوتے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تجویز کردہ جس عبارت پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی تھی جس کے قائم رکھنے اور اس پر پابندی کرنے کی درخواست مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اپنی تمام جماعتوں سے اس قرارداد میں کررہی تھی، اس میں نفس مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ

یہ تحریر نفس مسئلہ سے متعلق تھی، بظاہر نظر اس کے کسی شرط پر معلق ہونے کا کوئی معنی نہیں مفہوم ہوتا، اور اگر اس فقرہ کا تعلق حضرت قاری صاحب کی اس دوسری تحریر سے ہو جس کا تعلق مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر پر دستخط کرانے اور بصورت دستخط نہ کرنے کے ان سے برأت کا اعلان کردینے اور اپنے جلسوں میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان سے تقریر نہ کرانے اور ان کے

دوسرے اس لئے کہ نفس مسئلہ سے متعلق پہلی تحریر کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو شخص بھی اس مسلمہ فریقین عقیدے اور سمجھوتے کے خلاف تحریر و تقریر اور مناظرے وغیرہ میں مشغول ہو اس کے ساتھ کم سے کم عدم تعاون کا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ فریقین کی یہ صلح دائم اور قائم رہ سکے اور جماعت فتنہ، انتشار وافتراق سے محفوظ رہے۔

چونکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے پہلی تحریر پر جو مسئلہ سے متعلق تھی، دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اب دوسری تحریر کا تقاضا تھا کہ ان سے براءت کا اظہار کر دیا جاتا، مگر ہوا یہ کہ مولانا غلام اللہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب وغیرہ حضرات 7/جولائی 1962ء کو لاہور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پہنچے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں جو تحریر لکھی گئی تھی اس کے منسوخ کرانے کی کوشش کی کیونکہ بقول "تعلیم القرآن" اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب نے ہندوستان کی روانگی

اس کی تفصیل حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی تحریر کے ذریعے آگے آرہی ہے، اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 8 جولائی کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں اس تحریر کے منسوخ ہو جانے کے باوجود 22 جولائی 1962ء کے اجلاس میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ میں اس صلح کو برقرار رکھا گیا اور نفس مسئلہ پر صلح قائم رہی۔ مقام مسرت ہے کہ دوسری تحریر کی وجہ سے پہلی تحریر کو منسوخ نہیں

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری چونکہ راولپنڈی کی صلح میں موجود نہیں تھے، اس لئے عبارت نمبر 2 تحریر ہو کر اس پر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط کرائے گئے تھے مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عبارت نمبر 1 پر، جس میں نفس مسئلہ حیات تحریر کیا گیا تھا، دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت قاری صاحب سے بمع قاضی شمس الدین صاحب اور دیگر احباب کے ان کی روانگی ہندوستان سے ایک دن قبل ملاقات کی اور عبارت نمبر 2 کی تنسیخ کی نسبت درخواست کی، اس پر حضرت قاری صاحب نے حضرت مولانا خیر

وسلم کے سلسلہ

میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو اس میں دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں، جس پر فریقین کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ صاحب کے بارے میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جارہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہتا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہو جائے اور اس سے معاہدہ شکنی کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے احقر کے خیال میں مناسب یہ ہے کہ آں محترم ہر دو جانب کے حضرات کو جمع کر کے اس

اور کوئی ایک فریق پابند اور مقید ہو کر نہ رہ جائے، آپ کی سرکردگی میں اگر فریقین اس تحریر کو (جو عمل کے دائرہ کی ہے) ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا بلکہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے اوراس لئے جدید مرتب کرانے میں امکانی حد تک

چنانچہ میں نے آج کے لئے فریقین کو بلایا، اس موقع پر مولانا محمد علی جالندھری نے سوال کیا کہ جب مسئلہ میں دو فریق کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دونوں فریق کے پانچ پانچ کس بلائے ہیں، دوسرے فریق سے ان حضرات (مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکی جماعت) کی کون لوگ مراد ہیں؟ بعض لوگ ہمیں بتاتے رہے کہ آپ یوں فرماتے رہے کہ مسئلہ حیات میں ہمارے مخالف کوئی نہیں صرف احرار سے ہمارا مقابلہ ہے، اس پر مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، ہم نے کبھی احرار کو اپنا مقابل نہیں کہا بلکہ دونوں فریق سے ہماری مراد مسئلہ حیات میں دو رائے رکھنے والے ہیں، ہم اور ہم سے سب اختلاف کرنے والے مراد ہیں۔ اس بات سے صلح میں فائدہ ہوا۔

قاری صاحب کے خط کی عبارت، جس میں درج ہے کہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے، ایک فریق

ہونا قبول نہیں کرتا، جس کی وجہ سے صلح کی صورت خطرہ میں پڑتی نظر آتی ہے، اس پر میں یہ بیان مرتب کرتا ہوں فریقین اس پر دستخط کر دیں:

نزاع مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے فیصلہ کیا تھا، پھر لاہور میں قاری صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق جو لکھا تھا اس کو کالعدم قرار دیا جب تک تحریر ثانی پر فیصلہ نہ ہو جائے اوراس معاملہ کو خیر محمد پر چھوڑا گیا۔اس پر قرار پایا کہ مولانا عنایت (اللہ) شاہ صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر نہیں کریں گے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ان سے اپنی براءت نہیں (کریں) گے اوران کے ساتھ مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے، نیز قرار پایا کہ موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل

نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاری کرائیں گے۔ مگر پہلی تحریر جو نفس مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھی اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا گیا وہ بدستور باقی رہی اور نفس مسئلہ پر بحیثیت مجموعی صلح بھی قائم رہی، البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اس صلح اور تحریر سے بھی اختلاف رہا جو

متعلق اس تحقیقی

علمی غیر مطبوعہ تحریر کی نقل ناظرین کے افادہ کے لئے پیش کی جاتی ہے جس کو مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیجا تھا۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ نزاع میں دو سال تک فریق

مخالف مناظرہ کا چیلنج زور شور سے دیتا رہا، جوں جوں یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ ان کا عقیدہ اکابر دیوبند اور سلف کے خلاف ہے علماء وعوام ان سے علیحدہ ہوتے گئے۔ اب ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی جدید پہلو بدلیں۔ چنانچہ انہوں نے اب یہ کہنا شروع کیا کہ محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور احرار نے مولانا غلام اللہ خان کا بڑھتا ہوا اقتدار برداشت نہیں کیا، ازراہِ حسد یہ مسئلہ کھڑا کر دیا ورنہ ہم اکابر دیوبند کے مسلک کے پابند ہیں اور ملک میں مسئلہ حیات میں دراصل کوئی نزاع نہیں۔

پنجاب وسرحد میں تو ان کا اعتبار نہیں رہا، البتہ کراچی کے بزرگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی جو ایک عرصہ کامیاب رہی، اس لئے میں تمہید میں یہ ثابت کرنا چاہتاہوں کہ اس گروہ (جس کو پنجاب وسرحد میں غلام اللہ خانی گروہ کہا جاتا ہے) کے ساتھ باقی دیوبند کا اختلاف اس وقت سے ہے جب کہ میرا ان سے تعارف نہ تھا۔

(الف) کسی زمانہ میں قطب عالم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس گروہ کا تذکرہ آیا اور ان کے بعض مسائل سامنے آئے جو سلف کے خلاف تھے۔ چنانچہ "بلغۃ الحیران" م اللہ خان کے ہیں اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کر دیے

(یہ واقعہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہوا موجود ہے)

[واضح رہے کہ آگ میں جلانے کا واقعہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے علم میں لائے بغیر پیش آیا۔ اس سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ بری ہیں ۔ از ناقل]

(ب) غالباً آٹھ دس سال کا ذکر ہے کہ مولوی غلام اللہ خان صاحب نے مفتی محمد حسن صاحب مرحوم کو اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کی درخواست کی تو حضرت مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ "تم اکابر دیوبند کا مسلک چھوڑ چکے ہو، اس لئے میں نہیں جاتا"۔ اس پر مفتی صاحب سے کہا گیا کہ "ہم سب ساتھی راولپنڈی میں جمع ہوں گے، آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمیں سمجھادیں، ہم آپ کی بات قبول کرلیں گے۔" چنانچہ اس گروہ کو سمجھانے کی نیت سے حضرت مفتی صاحب نہ صرف خود ہی تشریف لے گئے بلکہ حضرت مولانا خیر محمد، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور دو ایک اپنے رفقاء کو بھی ساتھ لے گئے، بعض مسائل پر گفتگو ہوئی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اب تک کہتے ہیں کہ یہ حضرات ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکے۔

(ج) موضع سکھر ضلع کیمبل پور میں کئی برس ہوئے ایک مناظرہ ہوا، ایک طرف مولوی غلام اللہ خان صاحب ومولوی عنایت اللہ شاہ صاحب وغیرہ تھے دوسری طرف کے دیوبندی علماء میں اس علاقہ کے پرانے فاضل لوگ جو حضرت شیخ

کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کرچکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان

بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔

(ہ) جس طرح مرزا محمود صاحب کسی زمانہ میں سر ظفر اللہ اور میجر نذیر و دیگر سرکاری قادیانی ملازمین کے اقتدار کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا اور غرور کے نشہ میں ایسی تقریریں کیں جس سے اس کے خفیہ ارادے ظاہر ہو گئے اور ایک بے نظیر تحریک شروع ہو گئی، اسی طرح مولوی عنایت اللہ اسی غرور میں کہ انہوں نے ہر مدرسہ میں طلبہ کی ایک تعداد اپنے ہم خیال بنالی ہے آپے سے باہر ہو گئے اور خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں اپنے مخصوص خیالات بیان کئے، ان کی تقریر میں خوب نعرے لگتے رہے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب ان کی تقریر میں موجود نہ تھے، صبح دوسرے روز مولانا خیر محمد صاحب کو علم ہوا اور علماء دیوبند کی ایک جماعت نے جو جلسہ سالانہ میں شریک تھی اور اس نے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر سنی تھی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ ہم نے ضبط سے کام لیا، آپ کے جلسہ کی وجہ سے تقریر میں مداخلت نہیں کی، اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اگلی رات اکابر دیوبند اور سلف کے عقائد بیان فرمائے اور مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر کی تردید فرمائی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کے بعد ملتان کی ایک مسجد کو اپنا اڈہ بنا کر اپنی تقریر کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید میں اکثر تقریریں کیں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے اکثر ساتھی مولوی عنایت اللہ کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید کے لئے ملتان سال بھر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے اور یوں بھی کہا گیا کہ مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ الحدیث کس نے بنادیا۔ جن کو یہ بھی پتا نہیں، وہ بھی پتہ نہیں، تو میرا فرض تھا کہ

کراچی سے پشاور تک دیوبندی مسلک کے مدارس عربیہ کے مہتمم صاحبان
ومدرسین حضرات کا اجتماع بلایا جائے اور دریافت فرمایا جاوے کہ کیا مولوی عنایت
اللہ صاحب ومولوی غلام اللہ خان نہ صرف مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کتنے
اور چیدہ چیدہ مسائل میں سلف کا مسلک ترک کر چکے ہیں یا نہیں؟ یہ لوگ بعض اور
مسائل میں بھی اکابر سے جدا ہو گئے ہیں مثلاً عذاب قبر، توسل بالذوات، درخواست
﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا﴾ میں ہے اور کیا ہر
مدرسہ عربی میں ان طلباء کے درمیان جنہوں نے مولوی غلام اللہ خان سے ترجمہ پڑھا

شاگردوں کی گفتگو اکابر کے حق میں گستاخانہ ہے یا نہیں؟ اگر چیدہ چیدہ بیس حضرات کا

میرا اختلاف صرف مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہے کیونکہ انہوں نے
اکثر تقریروں میں اپنا مسلک واضح کر دیا ہے، مولانا غلام اللہ خان موقع کے مطابق
اپنے خیال تبدیل فرماتے رہتے ہیں، جب تک وہ یہ صریح اعلان نہ کر دیں کہ مولوی
عنایت اللہ سے کوئی اختلاف ان کا ہے یا نہیں ان کی نسبت رائے قائم کرنا مشکل
ہے۔ البتہ مولوی غلام اللہ خان جب طلباء کو ترجمہ پڑھاتے ہیں تو چند روز کے لئے
مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کو بلاتے ہیں اور مسئلہ حیات مولوی عنایت اللہ شاہ

تین چار سال تک یہ جھگڑا رہا کہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب مناظرہ کا
چیلنج پہ چیلنج دیتے تھے مگر میں بدوں ثالث تسلیم کئے مناظرہ قبول نہ کرتا تھا کیونکہ

جماعت تفریق سے نہیں بچتی۔ اگر شروع ہی میں دوسرا فریق ثالث تسلیم کر لیتا تو جھگڑا
کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا، سکھر کے اجتماع میں صبح سے عشاء تک جھگڑا رہا حتی کہ بدمزگی بھی

ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا، ہم اکابر دیوبند کی تحقیق کو صحیح و درست اور کتاب
وسنت کے مطابق سمجھتے ہیں، جو کچھ میں نے صحیح سمجھا تحریر کر دیا ہے۔ اگر میری تحریر
کا کوئی جزء اکابر کی تحقیق کے خلاف ہوا تو میری تحریر غلط ہو گی اور صحیح وہی ہو گا جو اکابر
رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہو گا، اس لئے ثالثان کی رائے میرے نزدیک صحیح و درست ہو
گی اور میں اپنی تحریر سے رجوع کر لوں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ "میرے اکابر اور جمیع
سلف حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جسد عنصری دنیوی مدفون فی القبر میں حیات بسبب
تعلق روح تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق روح با

ورنہ جیسے قادیانی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کا اعلان کرتے
ہیں اور خاتم النبیین کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس سے ختم نبوت کا انکار پایا جاتا ہے، اسی
طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات کا اقرار کرنا اور حیات کی ایسی تفسیر کرنا جس
سے حیات ہی کا انکار پایا جاتا ہے، دھوکہ اور فریب ہے۔

(5) مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم

مولانا قاسم اس مسئلہ میں متفرد ہیں۔ (ب) ان کا مضمون کتاب وسنت کے
خلاف ہے۔ (ج) ان کے مضمون سے انکار موت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لازم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

موضوع زیر بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد جو حیات طیبہ حاصل ہے وہ دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے یا وہ حیات کسی اور بدن برزخی میں ہے اور جسد عنصری تعلق حیات سے بالکل خالی ہے؟ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم برزخ میں حیات دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی برزخی جسد سے ہی تعلق ہے؟ تعیین موضوع میں

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی، یہ غلط اور جھوٹ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ورود موت کے منکر ہیں، قرآن پاک میں تو موت کے تحقق کے وقوع کا بیان تو ہو نہیں سکتا محض پیش گوئی ہے، تاہم اس کے وقوع پر مندرجہ ذیل دلائل ہمارے پاس موجود ہیں:

(الف) خطبہ صدیقی۔ بخاری ج1 ص166

(ب) تصریح حضرت نانوتوی: "حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص

چونکہ موضوع زیر بحث حسب معاہدہ سکھر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے، یہ خروج عن المبحث ہوگا، جس معنی میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے لئے وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

روضہ اطہر میں بھی فائز الحیات ہیں۔ اب موضوع زیر بحث یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حیات طیبہ کیسی ہے؟ اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی اور برزخی

ہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کو دنیوی حیات کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر میں ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے نہ یہ کہ وہ حیات طیبہ لجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرماتے ہیں: ”انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات طیبہ اسی دنیاوی بدن کے ساتھ ہے اور برزخ کا کسی ایک جہت سے مواطن دنیوی میں سے بھی ہونا ہرگز ممتنع نہیں۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں کہ ”برزخ صغری چوں از یک وجہ مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں وطن نظر وباشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء احیاء فی القبور شنیندہ باشد“

اور اگر حیات برزخی سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم برزخ کی ایسی حیات ہے جو دنیوی جسد اطہر میں نہیں اور دنیوی جسد اطہر تعلق حیات سے یکسر خالی ہے، تو ہم اس حیات برزخی کے قطعاً منکر ہیں۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں "حیات برزخی" کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

حاصل آنکہ موضوع زیر بحث یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد اس دنیوی جسد اطہر سے فائز الحیات ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات محض کسی اور بدن برزخی کے متعلق ہے۔ موضوع زیر بحث کی تعیین کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ موجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے "**المہند علی المفند**" میں حیات دنیویہ برزخیہ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اہل سنت

پیشتر اس کے کہ ہم اپنے دعویٰ پر دلائل کا آغاز کریں، اس اجماعی عقیدہ کی تنقیح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

(1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر کو جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے ہے، وہ ایسی حیات ہرگز نہیں جو اینٹ پتھر وغیرہ میں بفحوائے آیت کریمہ: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو تو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں وہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے، اس لئے کہ ہم اہل السنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر میں جو حیات مانتے ہیں وہ ان کی روح کے تعلق سے مانتے ہیں، پتھری حیات اس انسانی روح سے یکسر خالی ہوتی ہے، اس لئے اس پتھری حیات کا اکابر اہل السنۃ میں سے کوئی قائل نہیں، پس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیاوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو وہ اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقیدے کا منکر بلکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی جسد اطہر کو روح مبارک کے تعلق سے جو حیات حاصل ہے وہ تعلق، تعلق حیات ہے اور لا بشرط شئے کے درجہ میں روح مبارک کے اتصال اور دخول دونوں سے عام ہے۔ اگر روح مبارک کا مستقر اعلیٰ علیین میں مان کر اس کے اتصال ونفوذ سے دنیوی جسد اطہر میں حیات تسلیم ہو اور اسی تعلق

اور اگر روح مبارک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں دخول و تلبس مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تسلیم کی جائے اور سماع کا اقرار کر لیا جائے تو بھی عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیفیت وصولی حیات کا اختلاف دنیوی جسد اطہر کے فائز الحیات ہونے کے اجماعی عقیدے کو ہر گز متاثر نہیں کرتا، اس لیے کہ اہل السنۃ و الجماعۃ کا اجماعی عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی جسد اطہر کے روح مبارک کے تعلق سے فائز الحیات ہونے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ تعلق دخول روح واتصال روح کے باب میں لا بشرط شیئ کے درجہ میں ہے۔

(3) اگر کوئی روح مبارک کے جسد اطہر سے تعلق حیات کا قائل نہ ہو بلکہ صرف اس تعلق کا اقرار کرے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر سے باہر ہونے کی صورت میں اپنے گھر سے تعلق ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مال میں غیر متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے تو حقیقت میں وہ روح مبارک کے جسد اطہر سے حقیقی تعلق کا منکر ہے۔ اس لئے کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں جس تعلق کا اعتبار ہے وہ تعلق حیات ہے، ہاں اگر صاحب خانہ کا وہ تعلق تسلیم کیا جائے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر کے اندر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مملوک میں متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور پھر اصل حیات کا انکار نہ کیا جائے تو اس صورت میں روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق تسلیم ہو جاتا ہے اور بدوں اس کے تعلق کا اقرار ایک مغالطے سے زیادہ

جو درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پڑھا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بغیر واسطہ کے خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سماعت فرمانا دائماً ہے اور یہ سماع عند القبر تعلق حیات بسبب روح سے

)ہمارے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدہ حیات کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے، اس لئے کہ اس عقیدے کے لئے ثبوت یا دلالت میں کسی ایک اعتبار سے ظنیت ہمارے راستے میں حارج نہ ہو گی جس عقیدہ کے لئے ثبوت و دلالت دونوں کی قطعیت ضروری ہے اس کا منکر کافر ہو تا ہے، جن عقائد کے انکار سے حکم کفر نہیں آتا ان کے لئے ثبوت و دلالت دونوں کی قطعیت لازم نہیں اور اسی وجہ سے بعض ایسے امور کا منکر کافر نہ ہو گا۔ عقائد کی یہ تفصیل اسی طرح کتب کلام میں بھی موجود ہے۔

ان المسائل الاعتقادیة قسمان، احدهما مایکون المطلوب فیه الیقین کوحدة الواجب وصدق النبی وثانیهما مایکتفی فیه بالظن کهذه المسئلة والاکتفاء بالدلیل الظنی انمالا یجوز فی الاول بخلاف الثانی۔

قارئین کرام!

تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر یقین رکھتے ہیں

کہ عذاب وثواب قبر برحق ہے، قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں، قبر شرعی سے مراد یہی زمینی قبر ہے جو اسی دنیا میں موجود ہے اور جسم اور روح دونوں کو عذاب وثواب اسی

والے اس زمینی قبر کا جو دنیا میں موجود ہے

جس کو تقریبا ہر شخص ہی جانتا ہے، انکار کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

1: جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب پنج پیری لکھتے ہیں:

"قبر اور برزخ کا مطلب"

اسی بحث کے ضمن میں یہاں اس نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر

مزید لکھتے ہیں: قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا عرفی قبر قطعاً نہیں ہوتی بلکہ عالم

القبر: مَقَر الميت ومصدرُ، قبرته جعلته فی القبر وأُقبرته جعلت له مكانا يقبر فيه نحو أُسقيته جعلت له ما يسقى منه، قال (ثم أُماته فأُقبره) ....والمَقبرة والمِقبرة موضع القبور وجمعها مقابر۔

”قبرته“

”اقبرته“

”اسقیته“

مادے سے اللہ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ

أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ﴾ ”المَقبرة“ المِقبرة“

”مقابر“

القبر مدفن الانسان وجمعه قبور۔

القبر مقر الميت وجمعه قبور۔

ان تمام اہل لغت کے نزدیک قبر سے مراد گڑھا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے اور اس میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام لغت دان قبر کا حقیقی اور اصلی، صحیح معنی یہی بتا رہے ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق کسی نے بھی قبر بمعنیٰ برزخ نہیں بتایا۔

فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا یَبْحَثُ فِی الْأَرْضِ لِیُرِیَہٗ کَیْفَ یُوَارِی سَوْءَۃَ أَخِیہِ

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م1369ھ) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا، اس لئے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے؟ آخر ایک کوے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوے اپنے بھائی کی

لاش کو دفن کر دوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوا، شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنی جانور کے ذریعہ سے اُسے تنبیہہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوے کی یہ

اس سے ثابت ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اسی زمین والی قبر میں

وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔

یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ کہ سجین

جنازہ کے بعد اسی دنیوی قبر پر کھڑے ہوئے تھے نہ کہ سجین

أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ۔

[وہ لوگ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں] جیسے کافر لوگ قبروں

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ۔

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ۔

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ۔

حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ۔

کے دن انہی میں سے اٹھایا جائے گا۔ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے مفسرین نے یہی زمینی قبریں مراد لی ہیں تاہم ہم انہی کے ذکر پر اکتفاء

بَابُ

مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ﴿فَأَقْبَرَهُ﴾، أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهُ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کا بیان، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: {فَأَقْبَرَهُ} ، [عرب لوگ کہتے ہیں] أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ کہ میں نے اس کے لئے قبر بنائی، أُقْبِرُه

قَبَرْتُهُ

کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور"

کتاب الجنائز "باب بناء المسجد علی القبر"

کتاب الجنائز، "باب زیارة القبور"

کتاب الجنائز، "باب قول الرجل للمراة عند القبر اصبری"

کتاب الجنائز، "باب الصلوة علی القبر بعد مایدفن"

کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المراۃ“

کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین والثلاثۃ فی قبر واحد“

کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر“

کتاب الجنائز، باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ“

کتاب الجنائز، باب اللحد والشق فی القبر“

)کتاب الجنائز، ”باب الجرید علی القبر

کتاب الجنائز،”باب موعظۃ المحدث عند القبر“

کتاب الجنائز، باب جعل القطیفۃ فی القبر

کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر

کتاب الجنائز،باب النھی عن تجصیص القبر والبناء علیہ

کتاب الجنائز،باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ

کتاب الجنائز،باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا

کتاب الجنائز، اب استیذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ

---

1) باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم

کتاب الجنائز،باب فی تعمیق القبر [قبر کو گہرا اور نیچا کھودنا]

کتاب الجنائز،باب فی کراھیۃ القعود علی القبر [قبر پر بیٹھنے کی

کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت

کتاب الجنائز،باب المشی بین القبور فی النعل

جامع الترمذی (ج   کتاب الجنائز" کے تحت قبر سے

باب ماجاء مایقول اذا ادخل المیت قبرہ

باب ماجاء فی کراھیۃ الوطی علی القبور والجلوس علیھا

باب ما یستحب من أعماق القبر[

باب ما یستحب من توسیع القبر[

باب إخراج المیت من القبر بعد أن یدفن فیه[

باب ما جاء فی الصلاۃ علی القبر

باب ما جاء فی إدخال المیت القبر[

باب ما جاء فی حفر القبر [قبر کھودنے کے بارے میں]

ہم نے صحاح ستہ سے چند ابواب کا ذکر کیا، ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی "زمینی قبر" ہے، تو عذاب وثوابِ قبر سے بھی اسی قبر کا عذاب وثواب قبر مراد ہوگا۔ مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے یہاں آکر ایک قبر غیر زمینی گھڑلی

للہ علیہ وسلم کی قبر پر ٹھہرتے دیکھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

باب السلام علی قبر النبی

صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضرت نافع

ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو

ے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک کو تو اس لئے

عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ان دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا اگاڑ دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی

صلی اللہ علیہ

وسلم سورج غروب ہونے کے بعد نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان

تابعی) فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اماں جان! مجھے زیارت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء (یعنی حضرت ابو بکر وحضرت عمر) کی قبریں دکھلا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے تینوں قبریں دکھلا دیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تینوں قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ بالکل

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر اس کی قبر پر آئے اور سرہانے کی طرف سے قبر

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر کے سہارے (لیٹے یا بیٹھے ہوئے) دیکھا تو فرمایا کہ تم اس قبر

ہم نے یہاں پر دس احادیث نقل کی ہیں، قبر کے حالات اور عذاب وثواب پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر حقیقی اور قبر اصلی یہی زمین کا گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ جو شخص اس قبر کا انکار کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا انکار کرتا ہے۔ البتہ یہ قبر عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کا اطلاق مرنے کے بعد سے شروع ہو کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانہ پر ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ قبر عالم برزخ کا ایک جزء ہے جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کے متعلق جو احکام قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا اور دل وزبان سے ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ

غیر مسلموں اور ایسے لوگوں کے جو عذاب وثواب قبر کے تو منکر ہیں مگر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں صرف غیر مسلموں سے مرعوب ہو کر انکار

ہیں۔ ان لوگوں کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جس شخص کو
قبر نہیں ملی اس کو عذاب وثواب کیسے ہو گا اور کہاں ہو گا؟ اس اشکال کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب کا معاملہ اصل میں عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے، جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ عالم برزخ صرف اور صرف قبر ہی میں منحصر نہیں قبر تو

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ والے بعض علماء کی کچھ عبارات قطع وبرید اور غلط استدلال کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان سے بالکل دھوکہ نہ کھائیں، جب ایک مسئلہ وضاحت کے ساتھ ادلہ اربعہ سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخصی رائے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جن علماء کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں ہم نے تقریباً ساری عبارات اصل کتابوں سے خود دیکھی ہیں، کسی سے بھی زمینی قبر کا انکار یا عذاب وثواب کا انکار لازم نہیں آتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پر وہ ایسے اشکالات کے جوابات دے رہے ہوتے ہیں وہاں سے یہ اشاعتی حضرات (منکرین قبر ارضی) اپنی مرضی کی بات نقل کر لیتے ہیں اور جہاں پر اس مصنف نے قبر کا اثبات یا عذاب وثواب قبر کا عقیدہ و نظریہ بیان کیا ہوتا ہے وہ اس کو نقل نہیں کرتے۔

کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر
انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلقِ روح زندہ ہیں، ان
کے اجسادِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں
لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے اسے بلاواسطہ سنتے
ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اجماعی اور متفقہ موقف کے خلاف مماتی حضرات
ایک جداگانہ موقف رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں
زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں[معاذاللہ]، صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، یہ عقیدہ شرکیہ
عقیدہ ہے، اس کے دلائل من گھڑت ہیں، یہ عقیدہ شیعہ کا ہے، اس عقیدہ کے قائلین
شرک کے کھیت کے دہقان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کی خدمت میں ان کی بعض

اپنے بعض عقائد منظر عام پر لائے اور جماعتی لیٹر پیڈ پر یہ عقائد
لکھ کر شائع کیے۔ سید ضیاء اللہ بخاری صاحب نے ان عقائد کی تصدیق بھی کی۔ ان

ساتھ قبر منور میں کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ قبر میں آپ مردہ ہیں۔(میرے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے جو سماع کا
قائل ہے وہ بے ایمان کافر اور مشرک ہے (عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کی جتنی بھی

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون والی حدیث صحیح نہیں بلکہ من

کے قائلین کے بارے میں لکھتے ہیں: حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتیٰ اور
بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان

ولیس المراد من الحیاۃ حیاتهم فی هذه القبور المحفورة

لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ مبارکہ میں بجسد

ہیں

امام الانبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ جھوٹ لگایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ

قارئین کرام!

کا نظریہ ملاحظہ فرما لیا کہ کس طرح یہ لوگ ایک

اجماعی عقیدہ کے خلاف زبان دراز کرتے اور غلط نظریہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس

غلط موقف کی قلعی کھولنے اور اس اجماعی عقیدہ کو واضح کرنے کے لیے عقیدہ حیات

کی تحریر کردہ چند تنقیحات ذکر کرتے ہیں

جن سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے میں آسانی اور اس پر وارد ہونے والے عقلی شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

1 عالم دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم دنیا میں زندگی 63 سال ہے۔

2

محفوظ ہیں۔

4 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی عنصری دنیوی جسم مبارک اپنی قبر اطہر میں زندہ ہے، یعنی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح مبارک کا تعلق ہے جسم انور کے ساتھ اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات ہے۔

5 جو لوگ قبر اطہر میں دنیاوی جسم انور کی حیات کے منکر ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث، البتہ قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت آیات واحادیث کو قبر پر فٹ کر کے، روضہ اطہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو بے حس و بے جان ثابت کرنے کی کوشش

اسی طرح جدید معتزلہ کے پاس علماء اہل السنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا انکار حیات پر رسالہ تو کیا کوئی قول بھی نہیں ہے، البتہ حیات برزخی اور حیات روحانی کے لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیوی، حسی، حقیقی جسم انور قبر اطہر میں زندہ ہے اسی لیے اس قبر کی حیات کو حیات دنیوی، حیاۃ حسی، حیات حقیقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ برزخ میں عالم دنیا کے برعکس راحت کا اولاً تعلق روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ اس لیے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے، حیات

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَا تَشْعُرُونَ۔

وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح

وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء۔

و لا شك فی حیاته صلی الله علیه و سلم بعد وفاته و کذا سائر الانبیاء علیهم الصلوة و السلام احیاء فی قبورهم حیاة اکمل من حیاة الشهداء التی اخبر الله بها فی کتابه العزیز۔

وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات

والحق عندی عدم اختصاصها بهم بل حیوة الأنبیاء أقوی منهم وأشد ظهورا اثارها فی الخارج حتی لا یجوز النکاح بأزواج النبی صلی الله علیه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهید۔

میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ـــــــــــــــــــ

وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشہداء أنہم أحیاء یرزقون وأن الحیاۃ فیہم متعلقۃ بالجسد فکیف بالأنبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث : أن الأنبیاء أحیاء فی قبورہم رواہ المنذری وصححہ البیہقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: مررت بموسی لیلۃ أسری بی عند الکثیب الأحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔

ـــــــــ

انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہو گی؟ جبکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے

ـــــــــــــــــ

وھی فوق حیاۃ الشہداء بکثیر وحیاۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم أکمل وأتم من حیاۃ سائرھم علیہم السلام ... إن تلک الحیاۃ فی القبر وإن کانت یترتب علیہا بعض ما یترتب علی الحیاۃ فی الدنیا المعروفۃ لنا

من الصلاة والأذان والإقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك إلا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياة المعروفة.

جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے) شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ

ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے۔۔۔اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے دیگر امور، مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس

عبدالوہاب فرماتے ہیں:

والذی نعتقد ان رتبة نبیناصلی اللہ علیه وسلم اعلیٰ مراتب

المخلوقین علی الاطلاق وانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ حیٰوۃ مستقرۃ ابلغ من حیٰوۃ الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذ ھو افضل منھم بلا ریب وانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع من یسلم علیہ۔

آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1394)فرماتے ہیں: فلیس الشھید باولیٰ من النبی وان نبی اللہ حی یرزق فی قبرہ کماورد فی الحدیث۔

شہید نبی سے تو بہتر نہیں، اور اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو قبر میں رزق دیا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں،

اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی

ومن ادلة ذلك ایضاًقوله تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له صلی الله علیه وسلم علی اتم الوجوه لانه شهید الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود و غیرهما رضی الله عنهم بانه صلی الله علیه وسلم مات شهیداً۔ (القول البدیع: ص173

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ۔

﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ قال: كان قتادة يفسرها أن نبی الله صلی الله علیه وسلم قد لقی موسی علیه السلام۔ مسلم: ج

﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ

مِنْ لِقَائِهِ﴾ کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ

امام تفسیر علامہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمۃ اللہ علیہ

معناه فلا تكن في شك من لقاء موسى فإنك تراه وتلقاه.

اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی

ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھیں گے اور

قال المفسرون: وعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سيلقى موسى قبل أن يموت ثم لقيه في السماء وفي بيت المقدس حين أسرى به.

مفسرین فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا وعدہ کیا گیا ہے

کہ وفات سے پہلے آپ علیہ السلام کی حضرت موسی علیہ السلام سے ملاقات ہو گی، پھر آپ علیہ السلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمان

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ(م

وأخرج الطبرانی وإبن مردویه والضیاء فی المختارة بسند صحیح عن إبن عباس أنه قال فی الآیة : أی من لقاء موسی وأخرج إبن المنذر وغیره عن مجاهد نحوه وأخرج إبن أبی حاتم عن أبی العالیة أنه قال کذلك فقیل له : أو لقی علیه الصلاة و السلام موسی قال : نعم ألا تری إلی قوله تعالیٰ : ﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ وأراد بذلك لقاءه صلی اللہ تعالی علیه وسلم إیاه لیلة الإسراء۔

"لقاء"

سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہے۔علامہ ابن المنذر نے امام مجاہد سے ایسی تفسیر نقل کی ہے۔ابن ابی حاتم رازی نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی یہی تفسیر بیان کی،جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟ توانہوں نے فرمایا: ہاں کی ہے، کیا آپ نے اللہ کے اس فرمان﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾

کان قتادة یفسرها أن النبی صلی اللہ علیه و سلم قد لقی موسی

علیه السلام و وافقه علیه جماعة... وقد جمع البیهقی کتاباً لطیفاً فی حیاة الانبیاء فی قبورهم اورد فیه حدیث انس: (الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون) اخرجه من طریق یحیی بن ابی کثیر و هو من رجال الصحیح عن المستلم بن سعید... و شاهد هذا الحدیث ما ثبت فی صحیح مسلم من روایة حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه(مررت بموسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر و هو قائم یصلی فی قبره)۔

اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور مفسرین کی ایک جماعت نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات کے بارے میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے، اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث انہوں نے صحیح بخاری و مسلم کے راوی یحی بن ابی کثیر عن مستلم

اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب موسی علیہ السلام کی قبر کے قریب

وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

فی غیر روایۃ ابن عباس: فصلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ صفوف، المرسلون ثلاثۃ صفوف والنبیون أربعۃ؛ وکان یلی ظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إبراھیم خلیل اللہ، وعلی یمینہ إسماعیل وعلی یسارہ إسحاق ثم موسی ثم سائر المرسلین فأمھم رکعتین؛ فلما انفتل قام فقال: إن ربی أوحی إلی أن أسألکم ھل أرسل أحد منکم یدعو إلی عبادۃ غیر اللہ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ دیگر روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (انبیاء علیہم السلام کی) سات صفیں تھیں، تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحق علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، پھر باقی رسول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ میں آپ یہ سوال کروں کہ کیا آپ نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف

وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: واسألهم ليلة الإسراء، فإن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام جُمِعوا له.

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ کا تعلق معراج کی رات کے ساتھ ہے کہ آپ معراج کی رات ان سے سوال کریں، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ویؤیده حدیث عبد الرحمن بن هاشم عن أنس ففیه وبعث له آدم فمن دونه من الأنبیاء.

بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء

وطرق ذلك صحیحة فیحمل علی أنه رأی موسی قائما یصلی فی قبره ثم عرج به هو ومن ذکر من الأنبیاء إلی السماوات فلقیهم النبی صلی الله علیه و سلم ثم اجتمعوا فی بیت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبینا

صلى الله عليه و سلم قال وصلاتهم فى أوقات مختلفة وفى أماكن مختلفة لا يرده العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلك على حياتهم.

اس (حدیث معراج) کے یہ طرق صحیح ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کا تذکرہ آپ نے کیا، ان سب نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو (آسمانوں میں) حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات فرمائی پھر یہ سارے بیت المقدس میں جمع ہوئے، نماز ادا کی گئی تو حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی، لہذا ان کے مختلف اوقات اور مقامات میں نماز پڑھنے کی عقل تردید نہیں کرتی اور نقلی دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء

ومما يؤيد تشكل الأنبياء وتصورهم على وجه الجمع بين أجسادهم وأرواحهم. قوله: (فإذا موسى قائم يصلى) فإن حقيقة الصلاة وهى الإتيان بالأفعال المختلفة إنما تكون للأشباح لا للأرواح.

شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام [اپنی قبر میں] کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کی حقیقت

قال عطاء عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما انہ لمّا اسری بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعث اللّٰہ لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذّن جبرئیل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بھم فلمّا فرغ من الصلاۃ قال جبرئیل سل یا محمد من أرسلنا قبلك من رّسلنا۔

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

ایا تو حضرت آدم علیہ السلام

اور اُن کی اولاد میں سے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو اٹھایا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھایئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اے

قال الزھری وسعید بن جبیر وابن زید : إن جبریل قال ذلك للنبی صلی اللہ علیہ و سلم لما أسری بہ فالمراد سؤال الأنبیاء فی ذلك الوقت عند ملاقاتہ لھم۔

زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کلام

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ معراج کی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا تھا اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء۔

دیگر کئی تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کی تشریح میں یہی

بات نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مقامِ نزول شب معراج ہے جس میں حضور اکرم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○

بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات

کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور

ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعاً خاشعاً مع الذلة و الانكسار و الخشية و الوقار والهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً يمينه على شماله مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة......... محترزاً عن اشغال النظر بما هناك من الزنية، متمثلاً صورته الكريمة فی خيالك، مستشعراً بانه عليه الصلوة و السلام عالماً بحضورك و قيامك و سلامك مستحضرا عظمته وجلالته و شرفه و قدره صلى الله عليه و سلم ثم قال مسلماً مقتصداً من غير رفع صوت لقوله تعالىٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ولا اخفاء بحضور وحياء۔

پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے

کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لیے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو، اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی)، اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور

قطب الاقطاب فقیہہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: "السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك" آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس

شارح ابوداؤد فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ

دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس حدیث سے علماءِ امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ:قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ
اَلۡاَنۡبِیَاءُ اَحۡیَاءٌ فِیۡ قُبُوۡرِہِمۡ یُصَلُّوۡنَ۔

، الخصائص الکبریٰ للسیوطی:

علی بن ابو بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ(م807ھ)مجمع الزوائد ج

رجال أبي يعلى ثقات

وصححہ البیہقی۔

ورواہ ابو یعلی برجال ثقات ورواہ البیہقی وصححہ

نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام

415باب الجمعة

صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

”الانبیاء احیاء فی قبورھم“

وھو حدیث صحیح.

ابویعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (الحدیث)

علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمۃ اللہ علیہ

وھو حدیث صحیح

أنہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح أن الأنبیاء أحیاء فی قبورھم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے

وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری حنفی فیض الباری: ج

باب رفع الصوت فی المسجد

329

باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ

ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م1430ھ) تسکین الصدور ص222 میں فرماتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ۔

، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج5

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ(م ھ) مجموع الفتاویٰ: ج

وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ.

هذا اسناد صحيح۔

حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ(م774 تفسیر ابن کثیر: ج
تحت الآیۃ:ان اللہ و ملئکتہ یصلون
وصححه النووی فی الاذکار۔

”الاذکار“

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ(م ھ)فتح الباری ج:6

ورواته ثقات۔

وروىٰ ابو داود بسند صحیح...... عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

باسناد صحیح۔

رواتہ ثقات۔

ش

ورواته ثقات

(الا رد اللہ علی روحی) ای رد علی نطقی لانه صلی اللہ علیه وسلم حی دائماً
وروحه لا تفارقه لان الانبياء احياء فی قبورهم

إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي" گویائی کا عطا

ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی
روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں

اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبوبیت و محبیت تامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل رہتی ہے، اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔یعنی مبدء انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، سو چونکہ سلام امتیان بھی منجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں، ذاتی جواب سے مشرف فرماتے

ہیں۔اس صورت میں اثباتِ حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاعِ تعلق حیات

مجدد الملت

مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہوکر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو "ردِ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِیْ

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی اُسَلِّمَ

عَلَیْہِ او کما قال   اِلَیَّ رُوْحِیْ“

اِلٰی“   عَلٰی“   عَلٰی“

اِلٰی“ نہایتِ طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہو تا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہِ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ”

عَلٰی“   اِلٰی“ میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درود

اِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی“

کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے ”ردِ روح“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی

اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر

جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ صلی

طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب

عَن اَوسِ بنِ اَوسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِن اَفضَلِ اَیَّامِکُم یَومَ الجُمُعَۃِ فِیہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیہِ قُبِضَ وَفِیہِ النَّفخَۃُ وَفِیہِ الصَّعقَۃُ فَاَکثِرُوا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُم مَعرُوضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوا: یَا رَسُولَ اللّٰہِ وَکَیفَ تُعرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیکَ وَقَد اَرِمتَ قَالَ: یَقُولُونَ بَلِیتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الاَرضِ اَجسَادَ الاَنبِیَاءِ۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد

صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں
پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف
پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلقِ روح تو یہ
محض بے حس اور لا شعور جسم ہو گا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی

ابو عبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م المستدرک للحا

هذا حديث صحيح على شرط البخاري۔

فی سنن أبی داود، والنسائی، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس

بن أوس رضی اللہ عنہ الخ۔

عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة.

عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے

سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

(4) علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) نے بھی اس حدیث کو امام

ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك فی صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم۔

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م774 تفسیر ابن کثیر: ج

تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون

وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطنی، والنووی فی الأذکار.

وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبی داود وصححه ابن حبان والحاکم۔

میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو داؤد

معروض ے گردد بر من ایں جا معلوم ے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی

وهو حی فی قبره الشریف و لحوم الانبیاء علیهم السلام حرام علی الارض کما ورد به الاثر۔

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: أكثروا الصلاة على يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلي على إلا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبي الله حي يرزق)۔

فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام

رواہ ابن ماجة باسناد جید۔

: علامہ ابن الملقن کا حوالہ:

ي : عمر بن علي بن أحمد ابن الملقن الشافعي

لہ :

وَإِسْنَادہ حسن۔

رجالہ ثقات۔

رواہ ابن ماجة بإسناد جيد ۔

بإسناد جيد نقلہ ميرك عن المنذری ولہ طرق كثيرة۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م السراج المنیر: ج

ورجاله ثقات۔

وقد أخرج ابن ماجة بإسناد جيد۔

رواه ابن ماجة برجال ثقات۔

هَذَا الحُدِيث صَحِيح۔

رواه ابن ماجة باسناد جيد وله طرق كثيرة۔

امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جیّد اور کھری ہے اور محدثین

عَن عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلاَمَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو

صحیح الإسناد۔

رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرہما من طرق مختلفة بأسانید صحیحة۔

حدیث صحیح۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی(م ھ)اپنے فتاوی عزیزی: ج

نزد احمد و نسائی ہر آئینہ خدائے را فرسگا

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم پر امت کا سلام پیش کی جاتا ہے اور اس کام پر فرشتوں کی ایک جماعت مستقل طور پر مامور ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) نے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سلام کے ساتھ صلوٰۃ (درود شریف) بھی پہنچاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: ان لله ملئکة یسیحون فی الارض یبلغونی صلوٰة من صلیٰ علی من امتی اخرجه الدار قطنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین

علامہ ابو الفتح شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إن لله ملائكة سياحين فی الأرض يبلغونی الصلاة عليّ من أمتی فأستغفر لهم الحديث۔

پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ پھر میں ان کے لیے استغفار کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) فرماتے ہیں:

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ

أی يوصلون من أمتی السلام إذا سلموا علی قليلا أو كثيرا وهذا مخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر وفيه إشارة إلى حياته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام أمته الكاملة وإيماء إلى قبول السلام حيث قبلته الملائكة وحملته إليه عليه السلام وسيأتی أنه يرد السلام علیٰ من سلّم عليه۔

ہیں خواہ یہ سلام قلیل ہو یا کثیر، یہ (سلام کا پہنچانا) اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منوّر اور پاکیزہ آرام گاہ سے دور ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دائمی ہے اور سلام پہنچے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرشتے جو سلام لاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرماتے ہوئے اس سلام کہنے والے کو خود سلام کا جواب عطا

اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچاوے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ صلی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ "

ل اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں

واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م المرقاۃ شرح مشکوٰۃ:

ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید

سندہ جیّد

) فرماتے ہیں:اس حدیث کی جو سند سدّی

صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید۔

فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ

عن عطاء مولی أم حبیبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا و إماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما و ليأتين قبري حتى يسلم

عليَّ و لأردن عليه يقول أبو هريرة : أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام۔

(المستدرک للحاکم: ج3ص489،490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی: ص1149 رقم الحدیث6577، مجمع الزوائد: ج8ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابوھریرہ آپ کو سلام

اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے،

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

هذا حديث صحيح الإسناد۔

رواه أبو يعلی ورجاله رجال الصحيح ۔

عَن اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَيۡتُ وَفِيۡ رِوَايَةِ هَدَابٍ مَرَرتُ عَلٰى مُوسٰى لَيۡلَةً اُسرِیَ بِیۡ عِنۡدَ الۡكَثِيۡبِ الۡاَحۡمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّى فِیۡ قَبۡرِہٖ۔

(صحیح مسلم: ج کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد:

شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال فرمایا ہے اور حیات

فی قصة المعراج أنه لقيهم فی جماعة من الأنبياء فی السموات وكلمهم وكلموه وكل ذلك صحيح لا يخالف بعضه فقد يرى موسى عليه السلام قائما يصلی فی قبره ثم يسرى بموسى وغيره إلى بيت المقدس كما أسرى بنبينا فيراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج بنبينا فيراهم فيها كما أخبره وصلواتهم فی أوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل كما ورد به خبر الصادق وفی كل ذلك دلالة على حياتهم

اج میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر کرایا گیا جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اسراء پیش آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک معراج کرایا گیا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنے پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قولِ صادق موجود ہے۔

وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رفعه۔

حدیث اول [الانبیاء احیاء فی قبورھم الحدیث

وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة

عن أنس رفعه مررت بموسیٰ لیلة اسری بی الخ

حدیث اول [الانبیاء احیاء فی قبورهم الحدیث] کی شاہد حماد بن سلمہ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

[الانبیاء احیاء فی قبورهم الحدیث]

عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم

نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں
سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا

اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ

کے اعتقاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرما رہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں: اول کارِ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء مے کرد سلام بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود.

پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمہ اللہ (م 911ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

ولما قدم عمر المدينة كان اول ما بدء بالمسجد وسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف

كُنتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللَّهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے:

آپ جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبر دار!) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے

مدینہ اپنے اپنے گھروں میں جا گزیں ہو گئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی مسلمان نماز کے لئے نہیں آتا تھا، صرف مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (م 93ھ) مسجد میں رہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فکنت إذا حانت الصلاۃ أسمع أذانا یخرج من قبل القبر حتی أمن الناس۔

كان عمرُ بن عبد العزيز يُرْسِل البريد من الشام الى المدينة ليُسلِّمَ له على النبى صلى الله عليه و سلم۔

السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته۔ (مسند الامام الاعظم: ص126)

قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ } فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنْ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنْ الْبَعِيدِ۔

(مجموع الفتاویٰ: ج26

حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں

قد صح عن النبی أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء--إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطع بأن موت الأنبياء إنما هو راجع إلى أن غيبوا عنا بحيث لا ندركهم وإن كانوا موجودين . . فإنهم أحياء موجودون ولا نراهم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی۔۔۔ایسے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت

دیے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرسکتے، ورنہ وہ تو موجود اور زندہ ہیں اور آپ ان

عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ج3

اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس وشعور موجود ہے، امت کے اعمال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

ان حياته صلى الله عليه وسلم في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والأنبياء احياء في قبورهم۔

قبر مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء

فإنهم لا يموتون في

قبورهم بل هم أحياء۔

من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلۃ

ھ) آدابِ زیارت بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ وأتوسل بك إلی اللہ فی أن أموت مسلما علی ملتك وسنتك---- ثم ینصرف متباکیا متحسرا علی فراق الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ والقرب منہا۔

عت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا

رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و

و نحن نؤمن و نصدق بأنه صلى الله عليه وسلم حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا۔

ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل

وقصة سعيد بن المسيب فی سماعة الاذان والاقامة من القبر الشريف ايام الحرّة مشهورة۔

ایام حرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے سعید بن المسیب

حياة النبی صلى الله عليه وسلم فی قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة فی ذلك وتواترت الأخبار

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی: ص554

وسلم کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر

وقد صحت الاحاديث انه صلى الله عليه و سلم حی فی قبره یصلی باذان و اقامة۔

(اس مضمون کی) احادیث صحیح ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر

المعتقد المعتمد انه صلی الله علیه و سلم حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم۔

بمبلغ.

بباید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروئے خلاف

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہلِ حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات

ومما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حی يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات۔

حضرات محققین کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ علیہ السلام لطف واندوز ہوتے ہیں۔ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دنیا

لانہ صلی اللہ علیہ و سلم حی فی قبرہ یسمع دعاء زائرہ۔

اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے

ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم ان یکثر الصلاۃ علیہ فانہ یسمعھا و تبلغ الیہ۔

أنه صلى الله عليه وسلم حی فی قبره وروحه لا تفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء فی قبورهم۔ (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین: ص

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے

لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ۔

اما هم (الانبیاء علیهم السلام) فحیاتهم لا شك فيها ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذلك فهو صلى الله علیه وسلم حی علی الدوام۔

ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہے اور اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں بالکل دنیا کی طرح حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے نہ کہ انہیں حیات معنوی روحانی حاصل ہے۔

ان حیاته صلی الله علیه و سلم لا یتعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم۔

اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام

حکم سے تقریباً پانچ

سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:

ویبلغه سلام من أوصاه فیقول السلام علیك یا رسول الله من

فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين

للہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی خدمت میں

سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہذا آپ اس کے لئے اور

والحاصل ان حياة الانبياء عليهم السلام ثابتة بالاجماع۔

ھ)کی تالیف جو علماء حرمین کے ان

سوالات کے جوابات ہیں جو انہوں نے اکابرین علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجے

ءمیں جب مکہ

مکرمہ کا سفر کیا توحج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں ایک رسالہ مرتب کیا جس جس میں اکابرین علما دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الاقطاب حضرت مولانارشید احمد گنگوہی، زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ کی عبارات کو قطع وبرید کر کے پیش کیااور ان پر قطعی تکفیر کا فتویٰ لگایا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ تکفیری عمل یہیں تک محدود نہ رہابلکہ موصوف نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔(معاذ اللہ)

علماءِ حرمین چونکہ علماءِ دیوبند سے واقف تھے اور نہ ان کی تصانیف سے آشنا، اس لیے اس رسالہ کی مندرجہ عبارات کے پیش نظر اپنی تصدیقات لکھ دیں۔

انہی دنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ(م 1377ھ) مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمہ اللہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت پر اطلاع ہوئی تو آپ نے

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے، تمام مشاہیر دیوبند حضرت شیخ الہند، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیزالرحمٰن، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے بزرگوں نے تصدیقات ثبت کیں، ہند کے علاوہ حجاز، مصر اور شام وغیرہ کے ممالک کے جید علماء مشائخ نے بھی اپنی تصدیقات و تائیدات کے ساتھ اس کو زینت بخشی۔ یوں یہ رسالہ 1325ھ میں تحریر ہوا اور"

اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات و تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح و توضیح بھی گئی۔ جن بزرگوں نے اس دستاویز کی تصدیق فرمائی انہوں نے فقط اعتماداً تصدیق نہیں کی بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر ہی اس کی توثیق و تائید فرمائی۔ چنانچہ مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1372ھ) فرماتے ہیں:

رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ۔

ان سوالات میں سے ایک سوال حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے متعلق تھا، ذیل میں سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے، بعد ازاں علماء دیوبند کی

السوال الخامس: ما قولکم فی حیاة النبی صلی الله علیه و سلم فی قبره الشریف هل ذلك امر مخصوص به ام مثل سائر المسلمین رحمة الله علیهم حیٰوة برزخیة

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حی فی قبره الشریف و حیٰوته صلی الله علیه و سلم دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیٰوة الانبیاء و الشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا و یشهد له صلٰوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلٰوة تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلك لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمها (آب حیات) ای ماء الحیٰوة۔

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ و سلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اور تمام انبیاء علیہم

مہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنٰی کہ برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرّہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو

میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں، تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری مِلک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے اور آپ بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک ہیں، کوئی اور مالک نہیں ہو گیا اور حدیث "لانورث ماترکنا صدقة جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لِم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک بقید

آبِ حیات

چلّہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں، جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا

آبِ حیات

ولان النبیین صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی

وهو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیہ۔

انہم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیہا لا خلاف لاحد فیہ

علیہ وسلم زندہ

ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک

سنن ابی داؤد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قولہ (ان اللہ حرم علی الارض): ای منعہا وفیہ مبالغۃ لطیفۃ اجساد الانبیاء ای من ان تاکلہا فالانبیاء فی قبورھم احیاء۔

تقدیر الکلام (ما من احد یسلم علی الا ارد علیہ السلام) لانی حی اقدر علی رد السلام۔ (حاشیہ سنن ابی داؤد: ج1 ص286، باب زیارۃ القبور)

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو منع کر دیا ہے اور اس کلام میں بڑے عمدہ مبالغے کے ساتھ زمین کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے سے منع کیا گیا ہے، لہذا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں

ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا کما لا فرق بین حضورہ و غیبتہ فی زمان حیاتہ صلی اللہ علیہ و سلم۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حی فی قبره الشریف و حیٰوته صلی الله علیه و سلم دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیٰوة الانبیاء و الشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا و یشهد له صلٰوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلٰوة تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلك لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمها (آب حیات) ای ماء الحیٰوة۔

ے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو

میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنٰی کہ برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرّہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو

علیہ وسلم پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت

ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو

یرید بقولہ (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط

وفی البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس، ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

سنن البیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں، اس روایت کو حافظ ابن حجر نے امام بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے فتح الباری کی چھٹی جلد میں صحیح فرمایا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ومن ھھنا انحل حدیث اخر رواہ ابوداؤد فی رد روحہ صلی اللہ علیہ وسلم حین یسلم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلک الجانب الی ھذا الجانب فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی کلتا الحالتین لمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط۔

ہے کہ) آپ علیہ السلام کی

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ﴾

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس

وقد حرم اللّٰہ جسدہ علی الارض و احیاہ فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام۔ (بوادر النوادر: ص 451)

علیہ وسلم کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع

تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: "ان نبی اللّٰہ حی فی قبرہ یرزق

بہر حال یہ بات باتفاقِ امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر

الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ

یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ۔

ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے

ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور

جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا
مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کرکے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر
مفارقت کرکے مانا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل
ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے

رایت الاجوبۃ کلہا فوجدتہا حقۃ صریحۃ لایحوم حول سرادقاتہا
شك ولا ریب وھو معتقدی ومعتقد مشائخی رحمھم اللہ۔

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے

ظاہری کے بعد انبیاء علیہم

السلام کی حیات جسمانی وبقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ (اکابرین علماء دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور و شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ "آب حیات" نہایت ہی مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیاہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے جہاں ان کا عقیدہ معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ آب حیات اور دیگر کتب لکھنے کی اغراض میں سے ایک غرض

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث کے دوران آپ کے ایک شاگرد کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اشکال وشکوک تھے۔ (ایک دفعہ) دورانِ درس اس طالب علم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضراء اور نہ روضۂ پاک کی جالیاں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے۔ اس طالب علم نے بولنا چاہا اور دوسرے ساتھیوں کو بتانا چاہا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا

اشارے سے۔ سبحان اللہ! اس طالب علم کو مشاہدہ کرا کے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالمِ برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحبِ بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواحِ

اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ

ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد

و من ينكر حياته صلى الله عليه و سلم فى قبره... كان فؤاده فارغاً من حبه وعقله خاليا من لبه۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور اس کی عقل

میں فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیاتِ برزخی عام لوگوں کی حیاتِ برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق وممتاز ہوتی ہے۔

ہمارے اکابرواسلاف دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم، ہمارے مرشدین
للہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔

دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے

حیات جامع الاوصاف" کو مختلف مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا، حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (م1402ھ)

ر صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں،

اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی

(الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون انبیاء علیہم السلام اپنی

مسئلہ معروف ومشہوراور جمہور علماء

کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اوران کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویساہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیاجاتاہے اوروہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایاہے اوراس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث

رسالہ نافعہ تسکین الصدور مولفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر سے استفادہ نصیب ہوا۔ رسالہ کی وقعت وعظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مولانا سرفرازخان صاحب کی تالیف ہے جو اپنی محققانہ ومعتدلانہ طرز تالیف میں معروف ہیں۔ تسکین الصدور حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے جس سے روحی اور قلبی تسکین ہوجاتی ہے۔ جن جن مسائل پر کلام کیاگیاہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے مطابق

الغرض میر ااور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں

سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ ایک عنوان: ''عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا'' کے تحت لکھتے ہیں: ''بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریبا

بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل

نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ

ماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ

کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرحِ حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا

میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک اور ان کے متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں اکابرین میں سے دس حضرات کے دستخط موجود تھے اور یہ اشتہار حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہفت روزہ رسالہ "خدام الدین" میں ابھی شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے "تسکین الصدور" (ص37) میں اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود زید مجدہ نے "مقام حیات" (ص707) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ افادہ عام کے لیے اس اشتہار کا سکین آئندہ صفحہ پر پیش خدمت

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر "آبِ حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات اپنی قبروں میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کے مطابق اس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آرہا ہے اور بعد کے علماء کی آراء بھی اس میں مختلف رہی ہیں۔ فقیہ النفس

(فتاویٰ رشیدیہ: ص87

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔۔۔ تاہم کسی

صورت میں مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا

صحابہ کرام تک پہنچے گا۔ ولاشك فی فسادہ

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو برا بھلا نہ کہتا اور نہ ہی دوسرے فریق کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کیا جاتا لیکن فرقہ مماتیت نے تو اخلاقی اور دینی حدود کو پامال کرتے ہوئے ایسے فتوے صادر کیے کہ الامان والحفیظ، مسئلہ

سید مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے سماعِ موتیٰ کو پہلی سیڑھی شرک کی، اور دروازہ

محمد حسین شاہ نیلوی کی سوانح حیات میں لکھا ہے: وہ سماع موتیٰ کے عقیدے
کو شرک تو نہ سمجھتے تھے مگر شرک کا چور دروازہ ضرور سمجھتے تھے، کیونکہ شرکیہ عقائد

قائلین سماع

قارئین کرام! چونکہ فریق مخالف مماتی حضرات نے اس مسئلہ میں اعتدال
کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور ان کے فتووں کی زد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ
(معاذ اللہ) تو ہم
ضروری سمجھتے ہیں کہ سماع کے قائلین کے موقف کو قرآن مجید، سنت نبویہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت کریں تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو
جائے کہ قائلین سماع کے پاس بحمد اللہ دلائل موجود ہیں اور ان کا موقف قرآن وسنت

مماتیت کے ناروافتووں کی حقیقت قارئین کے سامنے آجائے، ہمارا

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِہِ وَتُوُلِّیَ وَذَہَبَ أَصْحَابُہُ حَتَّی إِنَّہُ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ أَتَاہُ مَلَکَانِ فَأَقْعَدَاہُ فَیَقُولَانِ لَہُ مَا کُنْتَ تَقُولُ فِی ہَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُولُ أَشْہَدُ أَنَّہُ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُولُہُ فَیُقَالُ انْظُرْ إِلَی مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰہُ بِہِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَرَاہُمَا جَمِیعًا وَأَمَّا الْکَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَیَقُولُ لَا أَدْرِی کُنْتُ أَقُولُ مَا یَقُولُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ ثُمَّ یُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِیدٍ ضَرْبَةً بَیْنَ أُذُنَیْہِ فَیَصِیحُ صَیْحَةً یَسْمَعُہَا مَنْ یَلِیہِ إِلَّا الثَّقَلَیْنِ۔

جانے والوں کے جوتوں کی آواز ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں، پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے

دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بندہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا تو نے عقل سے جانا، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ چِلائے گا اور اس کے

وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله أنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد۔

جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث ثابت ہیں مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور یہ کہ اس کو جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ جب اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز ماری

باب المیت

يسمع خفق النعال“ متعلق فرماتے ہیں:أی هذا باب یذکر فیه المیت یسمع خفق نعال الأحیاء وخفق النعال صوتها عند دوسها علی الأرض۔

”خفق النعال“

وقال ابن الملك أی صوت دقها وفیه دلالة علی حیاة المیت فی القبر لأن الإحساس بدون الحیاة ممتنع عادة واختلفوا فی ذلك فقال بعضهم یکون بإعادة الروح وتوقف أبو حنیفة فی ذلك ا ه ولعل توقف الإمام فی أن الإعادة تتعلق بجزء البدن أو کله۔

”قرع النعال“ سے جوتیوں کی زمین پر پڑنے کی آواز مراد ہے اور اس حدیث میں مردہ کے قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ زندگی کے بغیر عادۃً احساس ممتنع ہے اور اس میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ زندگی اعادہ روح کے ساتھ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے۔شاید کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اس بات میں ہو کہ اعادہ روح جزوِبدن کی طرف ہے یا کل کی طرف (یعنی نفسِ اعادہ روح میں توقف نہیں)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

وعن بریدۃ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فكان قَائِلُهُمْ يَقُولَ : ((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسلمينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ للاَحِقونَ ،أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ))

دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی:

صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں

کو(یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو) یہ دعاسکھلایا کرتے تھے، جب وہ قبرستان جائیں تو یوں کہیں: اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم تمہارے پاس آنے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كلَّما كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ ، فَيقولُ : السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ ، غَداً مُؤَجَّلُونَ ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الغَرْقَدِ۔

السنن الکبریٰ للبیہقی:

رات کے آخری حصہ میں بقیع
(مدینہ منورہ کے قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے جماعت مؤمنین!
السلام علیکم تمہارے پاس وہ چیز آچکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ان شاء اللہ ہم

عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة أليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فإني قد وجدت ما وعدني ربي حقا فسمع عمر قول النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف يسمعوا وأنى يجيبوا وقد جيفوا قال والذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا ثم أمر بهم فسحبوا فألقوا في قليب بدر۔

قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع

عملا بظاهر هذا الحدیث ثم أنكره المازری وادعی أن هذا خاص فی هؤلاء

ورد علیه القاضی عیاض وقال یحمل سماعهم علی ما یحمل علیه سماع

الموتی فی أحادیث عذاب القبر وفتنته التی لامدفع لها وذلك باحیائهم أو

إحیاء جزء منهم یعقلون به ویسمعون فی الوقت الذی یرید الله هذا كلام

القاضی وهو الظاهر المختار الذی یقتضیه أحادیث السلام علی القبور۔

علامہ مازری نے اس موقف کا

انکار کیا اور یہ دعوٰی کیا کہ یہ سماع مقتولینِ بدر کے ساتھ خاص ہے، لیکن قاضی عیاض

رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: ”ان کے سماع کو اسی موقف پر محمول کیا جائے گا

جس موقف کو سماع موتیٰ کی احادیث ثابت کرتی ہیں، جو عذابِ قبر اور فتنہ قبر سے

متعلق ہے جن کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ یہ اس طرح (ممکن ہے) کہ ان (کے پورے

جسم) کو زندہ کیا جائے یا ان کی کسی جزو کو زندہ کیا جائے جس سے وہ سمجھ سکیں اور اس

وَأَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ مَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ..... وَثَبَتَ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ نَادَى الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ: لَمَّا أَلْقَاهُمْ فِي الْقَلِيبِ. وَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ. وَالْآثَارُ فِي هَذَا كَثِيرَةٌ مُنْتَشِرَةٌ.

سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں بولتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردہ بولتا ہے اور کبھی بات کرنے والے کی بات کو سنتا بھی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت (دفن کرکے) واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کو سنتی ہے۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے بدر کے دن جب مشرکین کی لاشیں کنوئیں میں ڈالیں تو انہیں آواز دی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ میں ان سے جو گفتگو کر رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے، اس (یعنی سماع موتیٰ کے بارے میں) احادیث کثرت سے موجود ہیں جو (کتب حدیث میں) پھیلی ہوئی ہیں۔

عن ابن شماسة المهری قال: حضرنا عمرو بن العاص وهو فی سیاقة الموت فبکی طویلا وحول وجهه إلی الجدار فجعل ابنه یقول یا أبتاه أما بشرك رسول الله صلی الله علیه وسلم بکذا أما بشرك رسول الله صلی الله علیه وسلم بکذا قال فأقبل بوجهه فقال إن أفضل ما نعد شهادة أن لا

إله إلا الله وأن محمدا رسول الله.... فإذا أنا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فإذا دفنتموني فشنوا على التراب شنا ثم أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي۔

اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول

فیه فوائد منها اثبات فتنة القبر وسؤال الملكين وهو مذهب أهل الحق ومنها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر

لما ذكر وفيه أن الميت يسمع حينئذ من حول القبر ۔

ان میں سے ایک فتنہ قبر اور

فرشتوں کے سوال کا ثبوت ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ قبر کے

1338ھ):

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ « السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ »..

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اَللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِقُبُورِ اَلْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ اَلْقُبُورِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ

تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ

ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے، تم ہمارے پیش خیمہ ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے

أحاديث السلام على القبور [ثابتة متواترة]

ی

فأما استماع الميت للأصوات من القراءة وغيرها فحق۔

وقد شرع النبي لأمته إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به۔

نے اپنی امت کے لئے یہ حکم فرمایا کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اس طرح سلام کریں جس طرح مخاطب کو سلام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام کہنے والا یوں کہے: اے مؤمنوں کی بستی میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس خطاب میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم اور بے جان چیزیں، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اُس کو پہچان

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَرْجِعُ مِنْ ضَيْعَتِهِ فَيَمُرُّ بِقُبُورِ الشُّهَدَاءِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَإِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، ثُمَّ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا

تُسَلِّمُونَ عَلَى الشُّهَدَاءِ فَيَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ.

عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی زمین (کھیتی) سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: (اے قبر والو!) تم پر سلامتی ہو اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، پھر اپنے ساتھیوں سے فرماتے: کیا تم شہداء کو سلام نہیں کہتے تاکہ

بی وقاص رضی اللہ عنہ جو

عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر، صاحب منقبت اور مستجاب الدعوات صحابی تھے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: " إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ "

، فرماتے ہیں کہ جب کوئی

شخص اس آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من

أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه فی الدنیا فسلم علیه إلا عرفه ورد علیه السلام۔

(الاستذکار لابن عبد البر: ج1ص185 کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، التذکرۃ للقرطبی:

مصححین

صححه أبو محمد عبد الحق

وقد روی حدیث صححه ابن عبد البر أنه قال ما من رجل یمر بقبر الرجل۔

وهو صحیح الإسناد۔

وهذا قد جاء عموماً فى حق المؤمنين : ما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام.

منین کے حق میں بھی آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، تو جب بھی یہ آدمی اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس قبر والے کی طرف اس کی روح کو لوٹا دیتا اور وہ اس کے سلام کا

قال ابن عبد البر: ثبت عن النبی صلی الله علیه و سلم أنه قال : ما من مسلم یمر علی قبر أخیه الخ۔

ذکره جماعة و قال القرطبی فی التذکرة ان عبد الحق صححه الخ۔

من أشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححًا له ، عن ابن عباس مرفوعًا: ما من أحد یمر بقبر أخیه المسلم الحدیث۔

ورواه ابن عبد البر وصححه۔

وأخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید بسند صحیح عن ابن عباس قوله۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من أحد یمر بقبر أخیہ المؤمن۔

أخرج إبن عبدالبر وقال عبدالحق الأشبیلی إسنادہ صحیح عن إبن عباس مرفوعا ما من أحد یمر بقبر أخیہ المؤمن الخ۔

فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب

وأخرج العقيلي عن أبي هريرة رضی الله عنه قال قال أبو رزين يا
رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم
قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا
سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يا رسول الله
يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال يا أبا رزين ألا
ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة۔

نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تخریج کی ہے
کہ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میر اراستہ مردوں کے
پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے، کیا میں ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی
کلام کرلیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہا کرو: اے مسلمان و
مومن قبروں والو! تم پر سلام ہو، تم ہمارے پیش رو ہو اور تم تمہارے تابع ہیں اور ہم
بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا
رسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سنتے ہیں مگر جواب
دینے کی طاقت نہیں رکھتے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو
رزین! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جتنے مردوں کو سلام کہو اتنی ہی تعداد میں

اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اہل قبور اپنی قبروں میں باہر

قوله لا يستطيعون أن يجيبوا أى جوابا يسمعه الجن والإنس فهم
يردون حيث لا يسمع۔

ھ) لکھتے ہیں:

وما أخرجه العقيلى من أنهم يسمعون السلام ولا يستطيعون رده
محمول على نفى إستطاعة الرد على الوجه المعهود الذى يسمعه الأحياء۔

رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک بھی یہ حدیث قابل قبول ہے اسی لئے انہوں نے اس کو تسلیم کرکے اس کا صحیح محمل اور مطلب بیان فرمایا ہے اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ اس میں سلام کا جواب دینے کی نفی مطلق نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مردے ایسے انداز سے

ھ)ایک سوال کے جو

م سننے کے متعلق ملا علی قاری
رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوٰۃ کی شرح میں نقل فرمایا ہے جس

قال السیوطی وأخرج العقیلی عن أبی هریرة قال قال أبو رزین یا رسول الله إن طریقی علی الموتی فهل من کلام أتکلم به إذا مررت علیهم قال قل السلام علیکم یا أهل القبور من المسلمین والمؤمنین أنتم لنا سلف ونحن لکم تبع وإنا إن شاء الله بکم لاحقون قال أبو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون أن یجیبوا قال أبا رزین ألا ترضی أن یرد

عليك بعددهم من الملائكة اه وقوله لا يستطيعون أن يجيبوا أی جواباً يسمعه الحی وإلا فهم يردون حيث لا نسمع ۔

میر اراستہ قبرستان میں سے ہے، تو

کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ جب میں اس طرف جایا کروں تو ان سے ہم کلام ہو سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں السلام علیکم یااهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم سلف لنا ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون کہا کرو۔ ابورزین نے عرض کیا کہ مردے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے (اور کیا اے) ابورزین! تو اس پر راضی نہیں کہ مردوں کے شمار کے مطابق فرشتے تیرے سلام کا جواب دیں (ملا علی قاری فرماتے ہیں) اور یہ قولِ رسول کہ مردے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے مطلب اس سے یہ ہے کہ ایسا جواب جس کو زندہ لوگ بھی سن لیں، نہیں دیتے بلکہ ایسا جواب دیتے ہیں

اس کی نماز جنازہ پڑھی، اسی کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گذر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھودی، اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد بخشی ہوئی عورت کا

ہوں؟ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی۔ پھر اس

:

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گذار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہو گئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گذرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

انہیں جب شیطان کی طرف سے

وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا،

بلایا، وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا: بیٹا! وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا۔ ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بہ حق ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: اس وقت رات تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾

علم نہ ہو سکا، وہ دفن ہو چکی اور آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ قبر کس کی ہے ؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ ام محجن رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں حضرت وہی۔ لوگوں نے صف باندھی اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اُس کا جنازہ پڑھایا (جو آپ کی خصوصیت تھی یا اس کے لئے اجتماعی صورت میں دعا کی) آپ نے اس بی بی سے دریافت کیا کہ تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ ! کیا وہ سنتی ہے ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا : تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس نے جواب یہ دیا ہے کہ میں نے مسجد کی صفائی

اس باب میں مسئلہ توسل کو

.

میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ

هو التقرب إلى الله تعالى بطاعته وعبادته واتباع أنبيائه ورسله وبكل عمل يحبه الله ويرضاه.

(التوصل الی حقیقۃ التوسل لمحمد ۔ ۔ الرفاعي

اور ہر اس عمل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو

و ان يتوسل بالنبی صلی الله عليه و سلم و باحد من الاولياء العظام جائز بان يكون السوال من الله تعالیٰ و يتوسل بوليه و نبيه صلی الله عليه و سلم۔

(امداد الفتاویٰ: ج6

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی ولی کی ذات سے وسیلہ کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مانگا تو اللہ تعالیٰ سے جائے لیکن واسطہ ولی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

مندرجہ بالا تین اقسام کے پیشِ نظر توسل کی شرعی تعریف کچھ یوں ہے:

والتوسل شرعاً هو التقرب إلى الله تعالى بدعاء النبيين و الصالحين و الاولياء و شفاعتهم او بكل عمل يحبه الله ويرضاه من عبادته كالصلاة و الزكوٰة و الصيام و غير ذلك و اتباع أنبيائه ورسله او بجاه النبيين و الصالحين و بحرمتهم و ببركتهم و بحقهم على الله سبحانه و تعالیٰ

سواء کان فی حیاتھم او بعد وفاتھم.

ترجمہ: شریعت میں توسل سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کرواکر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ پسند فرماتا ہے جیسے اس کی عبادت کرنا مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء، رسل کی اطاعت کرنا یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطفیل فلاں، بوسیلہ فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے

کے ہاں متفق علیہ ہے لیکن توسل بالذات کے اہل السنۃ و الجماعۃ تو قائل ہیں البتہ فریق مخالف اس کا منکر ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف

ان التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی مدۃ حیاته فی الدنیا وبعد موته فی مدۃ البرزخ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا ہر حال میں جائز ہے چاہے آپ کی تخلیق سے پہلے ہو، آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی دنیوی زندگی میں ہو یا آپ کی

و ینبغی للزائر ان یُکثِرَ من الدعاء و التضرع و الاشتغاثة و التشفع و التوسل به صلی اللہ علیہ و سلم.

دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

ومن ادب

الدعاء تقدیم الثناء علی اللہ و التوسل بنبی اللہ لیستجاب.

تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ

السوال الثالث والرابع: ھل للرجل ان یتوسل فی دعواته بالنبی صلی اللہ علیه وسلم بعد الوفاۃ ام لا؟ ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشھداء واولیاء رب العالمین ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشھداء والصدیقین فی حیاتھم وبعد وفاتھم بان یقول فی دعائه اللھم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك.

اور ہمارے مشائخ کے نزد دعا میں

اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میر قبول فرما

والثالث دعاء اللہ ببرکۃ ھذا المخلوق المقبول و ھذا قد جوزہ الجمھور الخ

توسل کی تیسری صورت یہ ہے کی کسی مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔

لہذا اہل السنت والجماعت کے نزدیک دعامیں کسی نبی یاولی کا وسیلہ دینا

توسل کے منکر ہیں اور اسے ہنود و نصاریٰ کا طریقہ، شرک

محمد طاہر صاحب مری کی کتاب مصنفہ مولوی حمد اللہ

حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ذاتوں سے توسل کرنے کا جواز کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم، اجماع امت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے توسل

اعمال کا وسیلہ تو مسلّم ہے حتی کہ فریقِ مخالف بھی اس کا قائل ہے۔ اعمال

ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلنے والے اعمال کا نام "دین" ہے۔ جب اعمال اور فرع کا وسیلہ جائز ہے تو ذات پیغمبر آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لائے ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اعمال ہمیں نہ ملتے۔ تو وہ اعمال جن کے وسیلے کے تم قائل ہو ان کا وسیلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

2: اعمال صالحہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے نعمت ہیں، ان کا وسیلہ جائز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام و صالحین حضرات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام نعمتوں کا سرچشمہ بلکہ نعمتِ کبریٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام

اعمالِ صالحہ چونکہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان سے توسل جائز ہے تو انبیاء علیہم السلام ان سے بڑھ کر تقرب کا ذریعہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ایمان نہ خداوندی نہیں ملتا اور اگر ایمان ہو اور اعمالِ صالحہ بھی ہوں

صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ﴿﴾

اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے سارے اعمال غارت جائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:لا تسبوا أحدا من أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه.

کہ میرے صحابہ کی شان میں نازیبا کلمہ نہ کہنا اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے اور یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایک جو مٹھی بھر جَو خرچ کریں تو تمہارا احد پہاڑ کے برابر سونا اِن کی مٹھی بھر جو کے برابر نہیں۔

مٹھی بھر جَو خرچ کرنا چھوٹا عمل ہے، احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا بڑا عمل ہے۔ اب یہاں احد پہاڑ کی مثل سونا مٹھی بھر جَو کے برابر اس لیے نہیں کہ مٹھی بھر جَو کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت ملی ہے اور ہمارے احد پہاڑ کی مثل سونے کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت نہیں ملی۔ ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

﴿وَكَانُوا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾

کے روایت کی

ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے جس وقت ساتھ بت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور غدرہ کے جنگ کرتے تھے، مغلوب ہو جاتے اور شکست کھاتے، لاچار ہو کر طرف دانشمندوں اور کتاب اپنے کے رجوع کیا انہوں نے بعد تامل بسیار کے، یہ دعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں، پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے، دعا یہ ہے:

اللهم ربنا انا نسالك بحق احمدَ النَّبِيّ الامی الذی وعدتّنا ان تخرجه لنا فی آخرالزمان وبكتابك الذی تنزل علیه آخرماینزل ان تنصرنا علی اعدائنا ۔

ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال

وہ لوگ یہ دعا کرتے تھے: اللهم إنا نسألك بحق نبيك الذی وعدتنا أن تبعثه فی آخر الزمان أن تنصرنا اليوم علی عدونا.

تجھ سے تیرے اس رسول کے حق اور وسیلے سے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، سوال کرتے ہیں کہ آج کے

اللهم ربنا انا نسالك
بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبكتابك الذی تنزل عليه آخر ماينزل ان تنصرنا علی اعدائنا

حالانکہ نزولِ قرآن اور آپ کی بعثت سے پہلے ہی لوگ کافر اور بت پرستوں کے مقابلہ میں آپ کے نام کی برکت سے فتح و نصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ

اللهم ربنا انا نسالك بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخرالزمان وبكتابك الذی تنزل عليه آخرماتنزل ان تنصرنا علی اعدائنا ۔

ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہود مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

اولاً۔۔۔ اصول الفقہ کی مشہور کتاب نور الانوار" میں ملا جیون(م

فرماتے ہیں:شرائع من قبلنا شریعتنا مالم تنسخ.

ہم سے پہلی شریعتیں جب تک منسوخ نہ ہو جائیں تو انہیں بھی ہماری

مذهبنا فی شرع من قبلنا وإن كان إنه يلزمنا على أنه شريعتنا لكن لا مطلقا بل إن قصه الله تعالى علينا بلا إنكار.

پہلی شریعتوں کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بغیر انکار

کا اثبات منقول ہے جیسا کہ آگے دلائل میں آرہا ہے۔ لہذا اس آیت سے توسل کا جواز

اگر اسی شبہ پر توسل بالذات کا انکار کر دیا جائے کہ یہ پہلی شریعتوں کا مسئلہ ہے تو ہم ان منکرین سے پوچھتے ہیں کہ توسل بالاعمال کے آپ بھی تو قائل ہیں اور اس پر جو اصحاب الغار والا واقعہ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی اس امت کے اولیاء نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل کے اولیاء تھے، تو پھر اس کا انکار کر دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے توسل کا تذکرہ کیا اور تردید نہیں فرمائی تو وہ اب ہماری شریعت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الغار والی حدیث بیان فرمائی اور

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا بھی ذکر کیا۔ تو جس طرح ان کے اپنے استغفار کا ذکر کیا درمیان میں پیغمبر کی ذات کو بھی ذکر کیا۔ پیغمبر کو شامل کرنے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾

قبول ہونے میں ان لوگوں کی ذات کو دخل ہے
لیکن وہ استغفار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے قریب آکر کیا جائے اس کی قبولیت میں ذاتِ نبوت کو دخل ہے ورنہ ﴿جَاءُوكَ﴾

پر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے
کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؟ بل استقبله و استشفع به فيشفعه الله۔ قال الله تعالىٰ: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية

اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے

فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے

والاحادیث و الآثار فی ذلك اكثر من ان تحصر، و لو تتبعتها لوجدت منها الوفاً، و نص قوله تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآية صریح فی ذلك

توسل بالذوات کے بارے میں احادیث و آثار شمار سے باہر ہیں، اگر آپ ان کو جمع کریں تو ان کی تعداد ہزاروں میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ الاية

امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾

لقد علم المحفوظون من أصحاب محمد صلى الله عليه و سلم أن

ابن أم عبد الله من أقربهم إلى الله وسيلة۔

والوسيلة بعمومها تَشْمَل التوسل بالاشخاص، و التوسل بالاعمال... اما شمول الوسيلة فی الآیة المذکورة للتوسل بالاشخاص فلیس برای مجرد و لا هو بماخوذ من العموم اللغوی فحسب بل هو الماثور عن عمر الفاروق رضی الله عنه ۔الخ

"الوسیلة" عموم کے پیشِ نظر ذاتوں کے وسیلہ کو بھی شامل ہے اور اعمال کے وسیلہ کو بھی۔۔۔ آیت مذکورہ میں وسیلہ کا توسل بالاشخاص کو شامل ہونا محض رائے سے نہیں اور نہ ہی لفظ کے عمومِ لغوی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الخ۔

آگے علامہ کوثری رحمہ اللہ نے کئی ایک آثار ذکر فرمائے ہیں جن سے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔

{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ } {وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ} إذا مضيت تركت فيهم الاستغفار إلى يوم القيامة.

عذاب سے بچنے کے دو سبب اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ایک سبب
﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ صلی
اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اس وقت تک عذاب نہ آئے گا اور دوسرا سبب
﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ ﴿وَأَنْتَ
فِيهِمْ﴾ ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ دیا ہے۔ اگر اموات کا وسیلہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ھ) نے فتح الباری میں حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرى للعباس ما يرى الولد للوالد فاقتدوا أيها الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم فى عمه العباس واتخذوه وسيلة إلى الله وفيه فما برحوا حتى سقاهم الله۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ
ایسا تھا جیسا اولاد کی نظر میں والد ہوتا ہے، اس لیے اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔" ابھی دعا مانگ رہے ہوتے کہ دعا کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ)
اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"ف: مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء واموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت

ان قول الصحابي: ((کنا نفعل کذا)) ینصَبُّ علی ما قبل زمن القول فیکون المعنی ان الصحابة رضی اللہ عنہم کانوا یتوسلون بہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ و بعد لحوقہ بالرفیق الاعلیٰ الی عام الرماد و قصر ذلک علی ما قبل وفاتہ علیہ السلام تقصیر عن ھوی و تحریف للنص و تاویل بدون دلیل۔

کنا نفعل کذا)) [ہم ایسا کیا کرتے تھے]

مطلب یہ ہے کہ یہ فعل اس قول کے وقت سے پہلے والے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول (إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ

السلام کی حیات میں اور آپ

علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد سے لے کر قحط والے سال تک کرتے رہے ہیں۔ اس توسل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل والے زمانے (یعنی صرف حیاتِ دنیوی جو وفات سے پہلے وہ زمانہ ہے) کے ساتھ خاص کرنا خواہشات کی پیروی، نصوص میں تحریف اور بلا دلیل تاویل کرنے کے مترادف ہے۔

4: شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1394ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات صحابہ کا بعد وصال نبوی علیہ الصلوۃ والسلام الی یوم القیامہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ بعد وصال کے حضور سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو دلالت النص و عبارت النص یا اشارۃ النص و اقتضاء النص کے طریق سے کسی طریقہ سے

واقعہ میں بھی توسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم تھا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ((اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَصِنْوِ أَبِيْهِ)) یہاں بھی در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے توسل تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس

بالاحیاء کا دعوی کیا ہے جو صحیح نہیں، جب توسل ثابت ہو گیا تو احیاء و اموات میں ما بہ الفرق کیا ہے؟ اگر کچھ فرق تسلیم کر لیا جائے تو مسئلہ برعکس ہونا چاہیئے کیونکہ زندہ انسان تغیرِ احوال سے مامون نہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ کسی کی اقتداء کرنا چاہو تو میت کی اقتداء کرو:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فإن الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ الحدیث رواہ رزین

پس جب باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم توسل بالحی کا استحباب ثابت ہوا تو توسل بالمیت بطریق اولی مستحب ہو گا۔ علاوہ ازیں دلیل اول، ثالث اور رابع توسل بالمیت کے باب میں صریح ہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں توسل کیا؟ سو اس کی

طبع انسانی اپنے اندر موجود محسوس مبصر شخص پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔
چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجنے اور دعا کی درخواست
پہنچانے میں انسانی وسائط کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ ملائکہ کا واسطہ انتہائی سریع ہونے

(احسن الفتاویٰ: ج 1

عن عثمان بن حُنَيْف : أن رجلا ضرير البصر أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله لى أن يعافينى . فقال (إن شئت أخرت لك وهو خير . وإن شئت دعوت) فقال ادعه . فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه . ويصلى ركعتين . ويدعو بهذا الدعاء (اللهم إنى أسألك وأتوجه إليك بمحمد نبى الرحمة . يا محمد إنى قد توجهت بك إلى ربى فى حاجتى هذه لتقضى . اللهم فشَفِّعْه فِيَّ)

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى اللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ ۔

قال أبو إسحاق هذا حديث صحيح۔

هذا حديث حسن صحيح ۔

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔

اسنادہ صحیح۔

وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی اللہ عز وجل مع اعتقاد أن الفاعل ھو اللہ سبحانہ وتعالی

ی۰۰: ص

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل پکڑنا جائز ہے، لیکن اعتقاد یہ ہو کہ فاعل (و مختار) ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ)

فرمانا کہیں منقول نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا

اللھم انی اتوجہ الیك بنبیك نبی الرحمۃ

[الخ]

:

دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وہاں
تشریف لے گئے، اپنے ہاتھ سے قبر کی مٹی نکالی۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان الفاظ سے دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغْفِر لِأُمِّي فاطمةَ بنتِ أسد ولَقِّنْها حُجَّتَها ووسِّعْ علیها مُدْخَلَها بحق نبیك والأنبیاء الذین من قبلی فإنك أرحم الراحمین۔

اللہ کی ذات وہ ہے جو زندہ بھی کرتی ہے اور مارتی بھی ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کو اس کی حجت (دلیل) سکھا دے (تا کہ وہ فرشتوں کو جواب دے سکے) اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے اس حق کے وسیلے سے جو تیرے نبی کا (یعنی میرا) تجھ پر ہے اور جو ان

کوثر

کوثر

والأنبياء الذين من قبلی "

عن سليم بن عامر الخبائری أن السماء قحطت فخرج معاوية بن أبی سفيان وأهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال أين يزيد بن الأسود الجرشی قال فناداه الناس فأقبل يتخطى فأمره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشی يا يزيد ارفع يديك إلى الله فرفع يزيد يديه ورفع الناس أيديهم فما كان أوشك أن ثارت سحابة فی المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يصلون إلى منازلهم۔

سلیم بن عامر الخبائری سے روایت ہے کہ آسمان سے پانی برسنا بند ہو گیا، تو حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما اور اہل دمشق بارش کی دعا کرنے نکلے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن اسود رضی اللہ عنہ جرشی

لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم فرمایا تو وہ منبر پر چڑھے اور نیچے کی طرف بیٹھے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشی کی ذات کو پیش کرتے ہیں، اے یزید! آپ اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب اٹھائیں، حضرت یزید بن اسود نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے

ھ) نے اس واقعہ کو ثابت اور مشہور مانتے ہوئے

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف : أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله عنه في حاجة له فكان عثمان لا

يلتفت إليه ولا ينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصلى فيه ركعتين ثم قل اللهم إنى أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه و سلم نبى الرحمة ۔

ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے سلسلے میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (غالباً کسی مصروفیت کی وجہ سے) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ ہی اس کی حاجت براری کرتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس بات کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ: اللهم إنى أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه و سلم نبى الرحمة [اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ تیری طرف

اس روایت کے آخر میں تصریح ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا اور دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم و تکریم بھی کی اور اس کا کام

والحديث صحيح

رواہ الطبرانی بسند جید

یہ واقعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ان دلائل سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذوات

جیسا کہ ما قبل میں گزرا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

واتخذوه وسيلة إلى الله۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس قول و فعل میں حضرت

اسی طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ

اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشي

حاضرین میں سے کسی ایک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک پر انکار نہیں کیا۔ گویا ذوات سے توسل کرنے کے جائز ہونے پر صحابہ کرام

کے قائل چلے آرہے ہیں، ذیل میں ہم

عن أنس قال: "جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم وشكا إليه قلة المطر وجَدُوبَةَ السنة فقال: يا رسول الله لقد أتيناك وما لنا بعير نِيَطٍ ولا صبي يَصْطَبِحُ، "فمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يده يدعو فما رد يده إلى نحره حتى استوت السماء بأرواقها وجاء أهل البُطَاح يَضِجُّونَ يا رسول الله الطرق، فقال: حوالينا ولا علينا، فانجلى السحاب حتى أحدق بالمدينة كالإكليل فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه وقال: "لله در أبي طالب لو كان حيا لقرت عيناه، من ينشدنا قوله." فقام علي بن أبي طالب فقال: يا رسول الله لعلك أردت قوله:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بارش کی قلت اور خشک سالی کی شکایت کی اور عرض

آپ نے دونوں ہاتھ بلند

فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے نہیں فرمائے تھے کہ بادل برسا اور کھل کر برسا۔ تو جن لوگوں کے گھر پانی میں ڈوب رہے تھے وہ آئے اور چیخ و پکار کرنے لگے اور عرض کی: یارسول اللہ! آمد و رفت کے راستے ختم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نہ برسا قریب والوں پر برسا تو بادل کھلا اور مدینہ کو اس طرح گھیر لیا جس طرح بہت کھانے والا (کھانے کو گھیر لیتا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور آپ نے فرمایا: ابو طالب کے کیا کہنے! اگر وہ آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہو تیں، ہمیں ابو طالب کا شعر کون پڑھ کر سنائے گا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ کی مراد ان کا یہ شعر ہے:

ترجمہ شعر: آپ سفید (گندم گوں) ہیں، آپ کے چہرہ کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، آپ یتیموں کے فریاد رس ہیں، آپ بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

اسے سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں میری مراد

ہ

عن ابی الجوزاء اوس بن عبد اللہ قال قحط اھل المدینۃ قحطا شدیدا فشکوا الی عائشۃ فقالت: انظروا الی قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم فاجعلوا منہ کَوًّا الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف قال: ففعلوا فمطرنا مطراً حتی نبعت العُشْب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

حضرت ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف دیکھو (یعنی آپ کی قبر پر جاؤ)، پھر آسمان کی طرف ایک روشن دان بناؤ کہ آپ کے اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، تب بارش سے سیر اب ہوئے حتیٰ کہ سبز گھاس اگی، اونٹ اتنے موٹے

:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؟ بل استقبله و استشفع به فيشفعه الله۔ قال الله تعالىٰ: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية

میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تا قیامت اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ:

انی لأتبرك بأبی حنیفة وأجیء إلی قبره فی کل یوم یعنی زائرا فإذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت إلی قبره وسألت الله تعالی الحاجة عنده فما تبعد عنی حتی تقضی۔

میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دُعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت جلد میری دعا پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''الخیرات الحسان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ علماء اور اہل حاجات ہمیشہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کرتے اور اپنی حاجات براری میں ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ ان علماء میں امام شافعی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات اہل بیت نبوی سے توسّل

اٰل النبی ذریتی وھم الیه وسیلتی
ارجو بھم اعطی غدا بید الیمین صحیفتی

صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کی جانب میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان ہستیوں کے وسیلہ سے کل (قیامت) کے دن

تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے امام شافعی

رحمہ اللہ کو وسیلہ بنایا تو ان کے بیٹے عبد اللہ کو تعجب ہوا، اس پر امام احمد بن حنبل نے فرمایا: امام شافعی رحمہ اللہ لوگوں کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کی مانند ہیں۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق: ص166)

آپ رحمہ اللہ نے ذواتِ مسلمین سے توسّل کو جائز رکھا ہے۔ چنانچہ جامع

باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیك المسلمین

سمعت النبی صلی الله علیه و سلم یقول آبغونی ضعفاء کم فإنما ترزقون وتنصرون بضعفائکم.

نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: مجھے اپنے

ضعفاء میں ڈھونڈو کہ تم لوگوں کو اپنے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور مدد کی

کے باب میں فرمایا کہ زائر جب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے تو دیگر دعاؤں کے ساتھ یہ کلمات بھی کہے:

اللهم إنا قد سمعنا قولك وأطعنا أمرك وقصدنا نبيك متشفعين به إليك في ذنوبنا۔

:

ويستحب إذا كان فيهم رجل مشهور بالصلاح أن يستسقوا به فيقولوا اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان روينا في صحيح البخاري أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب۔۔۔ وجاء الاستسقاء بأهل الصلاح عن معاوية وغيره.

گی اور تقویٰ کے لحاظ سے

اللهم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان۔

کہ اے اللہ! ہم تیری جانب تیرے بندہ فلاں کے وسیلہ سے استسقاء کرتے

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء فرمایا اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ وأتوسل بك إلی اللہ فی أن أموت مسلما عن ملتك وسنتك....... ثم ینصرف متباکیا متحسرا علی فراق الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ والقرب منہا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و

و ینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء و التضرع و الاشتغاثۃ و التشفع و التوسل بہ صلی اللہ علیہ و سلم۔

زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعامانگے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت

ومن ادب الدعاء

تقديم الثناء على الله و التوسل نبي الله ليستجاب۔

تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ

هل للرجل ان يتوسل فى دعواته بالنبى صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا؟ ايجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصديقين والشهداء واولياء رب العالمين ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصديقين فى حياتهم وبعد وفاتهم بان يقول فى دعائه اللهم انى اتوسل اليك بفلان ان تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذلك ۔

اور ہمارے مشائخ کے نزد دعا میں

اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میر قبول فرما

: شیر محمد صاحب خطیب جامع مسجد اشاعت التوحید و السنۃ جھنگ ماہنامہ "

ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

وہ آیات جو کسی خاص پس منظر کے تحت نازل ہوئی ہوں لیکن الفاظ عام استعمال کیے گئے ہوں تو جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک سبب نزول کے اس خاص واقعہ کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہو گا۔ اس قاعدہ کے لیے علماء اصول اور ارباب تفسیر کے ہاں ایک معروف قاعدہ ہے:

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

صلی اللہ علیہ وسلم بھی

﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾

﴿فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ﴾

کا ان کے لئے دعائیں فرمانا بے شمار دلائل

سے ثابت ہے، چاہے وہ دعا مغفرت کے لئے ہو یا دنیاوی کام کاج کے لئے، یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما کر عالمِ برزخ میں چلے گئے اور اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہوئے تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی و مغفرت کی دعا کرانا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ سے درخواست کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ کام جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس آیت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد باقی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی سوادِ اعظم کے اندر رہتے ہوئے جمہور علماء کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے اب بھی قابلِ عمل ہے، ہم اس میں کسی قسم کی تنسیخ یا ترمیم کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے اکابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس کا حکم اسی طرح باقی رکھا ہے جس طرح آپ کی زندگی میں تھا۔ چند حوالہ جات

مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ ،ابن النجاراورابن عساکر اورابن

زیارت کرکے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اورزیارت کرکے عرض کیا کہ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اورآپ کے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتاہوا آیاہوں۔ پھر دو شعر پڑھے۔۔۔ اوران محمد بن حرب کی وفات 228ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا

فثبت ان حکم الآیۃ باق بعدوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہوسکتی

کہ سلف صالحین آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی قبر مبارک پر آکر آپ سے دعا کی

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ

علامہ ابن کثیر نے بھی اس آیت کے تحت یہ واقعہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے

ایک جماعت نے عد

ـ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

کہ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے

یا خیرَ من دُفنَت بالقاع أعظُمُه
فطاب منْ طیبهنّ القاعُ والأکَمُ
نَفْسی الفداءُ لقبرٍ أنت ساکنُه
فیه العفافُ وفیه الجودُ والکرمُ

جس کی پاکیزگی سے یہ ٹیلے اور
صحرا بھی پاکیزہ ہو گئے، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

تے

ـ

کی قبر مبارک پر حاضر

علمائے کرام نے موت وحیات کی دونوں حالتوں میں آیت سے عموم سمجھا ہے اور قبر انور پر آنے والے کے لئے یہ حضرات مستحب سمجھتے ہیں کہ وہ اس (آیت) کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ یہاں ایک اعرابی کی حکایت بھی ملتی ہے، چنانچہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا، زیارت کی اور آپ کے بالمقابل بیٹھ گیا، اتنے میں ایک اعرابی آیا، اس نے زیارت کی اور عرض کی: اے سب رسولوں میں سے بہتر! اللہ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

اور میں بھی گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

پھر وہ شخص استغفار کرتا رہا اور واپس چلا گیا۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں سو گیا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ ابوسعید السمعانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے تو تین دن کے بعد ایک اعرابی (دیہاتی) ہمارے پاس آیا۔ وہ قبر انور پر گر گیا اور خاک اُٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! آپ ارشاد فرماتے تھے تو ہم اسے سنتے تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے (اس کا کلام) محفوظ کیا اور ہم نے آپ سے محفوظ کیا۔ اللہ نے آپ پر یہ آیت اتاری:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

کھا ہے، اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ قبر مبارک سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ

کے دفن کے تین روز

بعد ایک اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا، اس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

لئے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قد غفر لك

ں والا آیا اور قبر شریف کے

پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ اُس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی: ((قد غفرت لك))

کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

زمانہ خلافت میں ایک قحط پڑا، اس میں مسلمانوں پر بہت تنگی کے ایام آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرنے کی درخواست کی۔

اس واقعہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م235ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَن مَالِكِ الدَّارِ, قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ, قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ, فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم, فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ, اسْتَسْقِ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا, فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلاَمَ, وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْك الْكَيْسُ, عَلَيْك الْكَيْسُ, فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ, ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لاَ آلُو إلاَّ مَا عَجَزْت عَنْهُ.

مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آگیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش

عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا:
اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس واقعہ کے ضمن میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور فرمایا:

اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں میرے طرزِ عمل سے زیادہ کوئی بہتر طرزِ عمل معلوم ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ رضی

وهذا إسناد صحيح.

وروى ابن أبي شيبة بإسناد صحيح من رواية أبي صالح السمان عن مالك الدار.

میں ذکر کیا ہے کہ جس

شخص نے خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اس واقعہ سے استدلال یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ (یعنی قبر) میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجاء ہوئی اوراس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تعالیٰ سے دعاء کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے اور جو آپ سے سوال کرتا ہے آپ اسے پہچانتے ہیں جیسے گزرچکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ آپ صلی

میں کہیں الفاظ کی کمی پیشی بھی ہے مگر جس بات سے ہمارا استدلال ہے وہ سب میں موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا

کی وفات شریف سے تقریباً سات یا آٹھ سال

کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور

سوال شفاعت کرنا شرک نہیں، ورنہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہر گز نہ کرتے۔

(4) اس سچے خواب کو خلیفہ راشد کی تائید و تصویب حاصل ہے۔

(5) یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا تو انہوں نے ((صَدَقَ بلال))

اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت علمائے اسلام کے محتاط طبقہ حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اس فتوٰی سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک

بن الہمام الحنفی آدابِ زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ یا رسول اللہ أسألك الشفاعۃ وأتوسل بك إلی اللہ فی أن أموت مسلما علی ملتك وسنتك---- ثم ینصرف متبا کیا متحسرا علی فراق الحضرۃ الشریفۃ النبویۃ والقرب منھا۔

تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

(3) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م1297ھ):

"سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے:﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا وجودِ تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور

فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا

پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تا کہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے، اور باادب تمام اور با خشوع کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب و ہیبت ہے، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے لیٹے

السلام علیك یا رسول الله،

السلام علیك یا خیر خلق الله

(یہ سلام کافی بڑا ہے ہم نے دو فقرے نقل کر دیے

يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَ اَتَوَسَّل بِكَ اِلَى اللهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَ سُنَّتِكَ۔

میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی
طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت اور آپ

اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات
ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو مستحسن رکھتے ہیں اور
بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا
سلام کہنا ہو، عرض کرے۔

السلام یارسول اللہ من فلان بن فلان یَسۡتَشۡفِعُ بك الی ربّك

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اعرابی کا واقعہ جس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آنے او مغفرت کی دعا کا ذکر ہے، نقل
بعد لکھتے ہیں:

"اوران محمد بن حرب کی وفات 228 ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ

اس باب میں ہم مسئلہ عرضِ اعمال کے متعلق کچھ دلائل عرض کریں گے، مگر پہلے تنقیح مسئلہ کے طور پر مسئلہ کی کچھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔

اس گروہ میں مماتی، موجودہ غیر مقلدین اور بہت سے آزاد خیال لوگ شامل ہیں۔ یہ گروہ سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں عرض اعمال کا عقیدہ شیعوں کا

وقد ذکرت مختصراً ان عرض الاعمال عقیدۃ الشیعۃ۔

میں نے مختصرا

اس گروہ میں شیعہ حضرات، بریلوی حضرات اور دیگر اہلِ بدعت شامل ہیں۔ یہ لوگ تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے قائل ہیں۔ ہم اس موقف کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اس موقف اور نظریہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ شیخ

اللہ علیہ نے بھی اس تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔
آپ اپنی کتاب "تبرید النواطر فی تحقیق الحاضر والناظر "یعنی "آنکھوں کی ٹھنڈک"

صلی اللہ علیہ وسلم

اور دیگر حضرات ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ہاں امت کے سب اعمال پیش ہونے پر
استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے اصول کافی: باب عرض الاعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ گروہ اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی اور دیگر اہل حق کا گروہ ہے۔ یہ نہ تو
پہلے گروہ کی طرح بالکل عرضِ اعمال کا منکر ہے اور نہ ہی دوسرے گروہ کی طرح ہر ہر
بات اور ہر ہر جزء کے پیش ہونے کا نظریہ رکھتا ہے۔ اہلِ حق کا یہ گروہ اس بات کا
قائل ہے کہ فقہاء و محدثین اور قرآن وسنت کے صحیح شارح حضرات اکابر اہل السنت
والجماعت نے جو مفہوم ان احادیث کا (جن میں عرض اعمال کا ذکر ہے) سمجھا ہے اس

ذیل میں اس نظریہ کہ اجمالی طور پر اعمال پیش ہوتے ہیں، کے مطابق دلائل پیش کئے جائیں گے اور قارئین کو یہ بھی یاد رہے کہ یہ مسئلہ ضروریات اسلام

:

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ﴾

عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ

أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنَ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنَ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ.

بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کروگے اور ہم (ان کی حقیقت کو) تمہارے لیے بیان کریں گے اور میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لیے اللہ

رواه البزار ورجاله رجال الصحيح

وأخرج البزار بسند صحيح من حديث ابن مسعود۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج 2

بسند جید عن ابن مسعود۔

رواه البزار باسناد جید۔

تعرض علیه عرضا مجملا فیقال عملت امتك شرا عملت خیرا

آپ علیہ السلام پر اعمال کا پیش ہونا اجمالی طور پر ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے۔

2: مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جو بھلائی (تمہاری طرف پیش کی جائے گی) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا، اور جو کوئی بُرائی

(جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کروں گا۔(جمع الفوائد)" (احوالِ برزخ:ص

امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرما کر اس سے استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"عرضِ اعمال کے بارے میں نہایت مختصر تحقیق یہ ہے کہ صحیح روایت سے عرض اعمال اجمالی طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کروگے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ اس کو بزار

عن بكر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض على أعمالكم فإذا رأيت خيرا حمدت الله وإن رأيت شرا استغفرت الله لكم۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج2

الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج2

میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (ہماری طرف سے ان کی حقیقت کو) تمہارے لیے بیان کر دیا جائے گا اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری موت بھی تمہارے لیے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جب میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جب

وهذا إسناد صحيح إلى بكر المزني، وبكر من ثقات التابعين

:

وقد روى ابن المبارك عن سعيد ابن المسيب: ليس من يوم الا و يعرض على النبي صلى الله عليه و سلم اعمال امته غدوة و عشية

عرضِ اعمال

ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے آگے چل کر خود ہی تصریح فرمائی کہ یہ

روایت کو مستدل بنا کر لکھا: "ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید ابن المسیب
رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

لأن عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم
وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام على ما بينا

صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیئے جاتے

﴿وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿جَاءُوكَ﴾

ہے، اور پھر ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ آپ وصال کے
بعد استغفار نہیں فرماتے کیونکہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ آپ زندہ ہیں اور اس وقت جب
آپ کے سامنے ان کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کی کامل رحمت سے معلوم ہوتا
ہے کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کرتا ہے آپ اس کے

قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنّت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے
پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں
اور اعمالِ امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے
دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل
مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض
وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں

من صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ

سے ہو، اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ [رکھتا] ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں، اور اعمال

یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے، اس سے علم محیط مراد نہیں ہے۔ (پھر آگے فرمایا) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دِن آپ سے فرمایا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان بدعتیوں

فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے، اور حالتِ رؤیا وکشف میں تو ایسے واقعات

اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، اور

یہ صحیح، صریح اور مشہور روایت ہے، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ

شقی القلب اور بدبخت بدعتیوں نے جو بدعات آپ کے بعد ایجاد کی ہیں ان کا آپ کو

علم نہیں، حالانکہ ان کے اعمال بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں، تو یہ سوائے عرضِ اجمالی

صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں: زندوں

کے اعمال ان کے مردہ خویش اور اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں اور وہ ان کے لیے دعا

اہل حق کے نزدیک

جملہ اموات پر بھی بعض اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اچھے ہوں تو ان پر وہ خوش ہوتے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر

دنیا اتنی ہی باقی ہے

جتنی مکھی فضا میں اِدھر اُدھر جاتی ہے، اس لیے تم قبروں میں دفن ہونے والے اپنے

بھائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے

ے اعمال کے ذریعہ اپنے مردوں کو رسوانہ کرو، کیونکہ تمہارے

:

تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور قریبی لوگوں کے سامنے
قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے نکلیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر
اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے دل میں یہ بات ڈال کہ یہ اچھے

ل اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا
کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری

:

پہلے فوت چکے تھے۔

ثابت ہوتا ہے کہ مماتیوں کا عقیدہ فاسد

سے خارج ہیں اور ان عقائد کے حامل کو

:

کی روح مبارک علّیین

میں ہے، آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا آپ کی قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ و سلم سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت

اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات

ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے،

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی

هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ و سندہ جید۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی و البیھقی و غیرھما

تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور جو انکار کرتا ہے بد عتی اور خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بتفصیل تحریر فرماویں نوازش ہوگی، کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید و بکر کا

اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے، روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا	بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دُور و نزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے، جسم بے رُوح قبر میں
2: قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے، اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے	: قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے، روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے، سوال وجواب

ں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے یعنی وسیلہ بالذات	ں میں انبیاء واولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے؟ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی تصریح ضروری ہے۔ فقط بینوا توجروا!

خادم اہلسنت والجماعت محمد یعقوب ہرنولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے، وہ صحیح عقیدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمٰن خیر آبادی عفااللہ عنہ

باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾، حسبنا کتاب اللہ“

بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدّث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ

و نیز

بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابو ہریرہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور

ء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگر چہ

للہ وغیر ہم اور علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم

کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر ونورالایضاح وفتاوٰی رشیدیہ وزبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے، مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے

کے مزار مبارک سے

استشفاع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال

صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو بھی پکارو کر کہو: اے ابا بکر! اے عمر! حضور کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے: الشفاعة الشفاعة الشفاعة یا رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ، بریلویوں سے ایک قدم آگے، وہ تو کہتے ہیں: اے فقیر! میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا والتجاء) ہے اور بناسپتی دیوبندی فرماتے ہیں: ہماری ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے آگے اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ

عذاب قبر کاانکار: قبر اس گڑھے کانام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتاہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہو تاہے، وہ مؤمن کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ(البرزخیۃ)اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیۃ

قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی

جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاماً تردید

وھذا ھوالحق وبہ یقول اھل الحق وبہ نأخذ والحمد للہ رب العالمین۔

کیا یہ عبارات مذہب اہلسنّت والجماعت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں

الجواب باسمہ تعالیٰ:

نہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ نیز رسول اللہ اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

﴿وَالْحِكْمَةَ﴾ بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوبِ عمل میں قرآن کے حکم میں ہیں۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکورہ عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾

سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جیّد بلفظ: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغته۔

سماع موتی

شتے پہچانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور پوچھا: کہاں کے ہو، کہنے لگے: طائف کے، فرمایا: اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا، جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کما فی جذب القلوب۔

9: انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

11: استشفاع بمعنی توسّل جائز ہے۔

12: "قبر" اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے

کمافی الشامی والدر المختار

اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، قبر پر درود و سلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟

بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

م اہلسنّت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے، امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے: و کرہ امامۃ الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبھۃ أو استحسان۔

دیکھا۔(مسلم)

: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو

الجواب واللہ الموفق للصواب:

سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواترہ احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغۃً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ

من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ

نیز علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: واعلم ان اھل الحق اتفقوا

علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ

(فاقول) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لماقام عند نا من الادلۃ فی ذالك وتوارث بہ الاخبار۔

جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت و گناہ ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام

اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے، اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ومن سبّ اصحابا فسق

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عام موتی کا ثواب وعذاب قبر میں نہیں مانتا بلکہ صرف روح پر تسلیم کرتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و

والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ فتح الباری ج3 ص185 میں ہے:

ذهب ابن حزم وابن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت فی الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم: ص386 ج4 میں فرماتے ہیں:

ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه ۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ ص25 ج2 میں فرماتے ہیں:

فتعاد روحه الیٰ جسده ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حرانی حنبلی: شرح حدیث النزول: ص88 پر فرماتے ہیں: سَائِرُ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلَى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ

۔

بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق أهل

السنة والجماعة

والجمهور على عود الروح إلى الجسد أو بعضه وقت السؤال لا يحس به أهل الدنيا الى ان قال: أجرى الله سبحانه عادته بتمكينها من السمع وخلقه لها عند زيارة القبر الى ان قال: وهذا الوجه هو الذى يترجح عندى

اعادة الروح الى العبد فى قبره حق۔

اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالیٰ يخلق فى الميت نوع حيوة فى القبر قدر ما يتألم ويتلذذ.

نبراس ص 322، میں ہے: ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بأن الروح يعاد الى الجسد عند السوال

ابو بکر جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن ج 1 ص 108 مصری میں فرماتے ہیں:

وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا فى قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحى الكفار فى قبورهم فيعذبوا

علامہ صدر الدین علی ابن محمد ازدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح عقیدہ الطحاوی ص 330 طبع مکّہ مکرّمہ رقمطراز ہیں:

و كذلك عذاب القبر يكون للنفس و البدن جميعا بأتفاق اهل السنة والجماعة۔

شامی ص 201 ج 3، میں ہے:

ولا يرد تعذيب الميت فى قبره لأنه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر الحس بالألم۔

وقد جمع البیہقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم أورد فیہ حدیث أنس الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون أخرجہ من طریق یحیی بن أبی کثیر وھو من رجال الصحیح عن المستلم بن سعید وقد وثقہ أحمد وابن حبان عن الحجاج الأسود وھوا بن أبی زیاد البصری وقد وثقہ أحمد وابن معین عن ثابت عنہ۔

آگے بہت سے شواہد نقل فرمائے۔

عینی ص185ج16 میں لکھتے ہیں:

إنھم (ای الأنبیاء) لا یموتون فی قبورھم بل ھم أحیاء وأما سائر الخلق فإنھم یموتون فی القبور--- حیاۃ وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل أحد غیر الأنبیاء۔

فدل علی أن الأنبیاء أحیاء حقیقۃ ویریدون أن یتقربوا إلی اللہ فی عالم البرزخ من غیر تکلیفھم کما أنھم یتقربون إلی اللہ بالصلاۃ فی قبورھم۔

وقال العلماء: یکرہ رفع الصوت عند قبرہ، کما کان یکرہ فی حیاتہ؛ لأنہ موجود فی قبرہ دائما.

فحصل من مجموع هذا الكلام النقول والأحاديث أن النبی حی بجسده وروحه وأنه یتصرف ویسیر حیث شاء فی أقطار الأرض وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شیء

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء ص2 پر لکھتے ہیں:

حیاۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قبره هو وسائر الأنبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الأدلة فی ذلك وتواترت به الأخبار الدالة علی ذالك

اوجز المسالک ص482 ج6 شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت: او لانهم احیاء فی قبورهم فالاموال باق علی ملکهم

آگے علامہ مناوی کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے، پھر یہ لکھا ہے:

فقال ابن عابدین فی رسائله: و اما عدم موت المورث بناء علیٰ ان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم۔

نحن نصدق بانه صلی الله علیه وسلم حی یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تأکله الارض و الاجماع علی هذا

حیات جسمانی انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین متفق علیه

است میاں علماء امت وہیچ کس رادر آں اختلاف نیست

تلك عشرة كاملة

یہ دس دس حوالہ جات نقل کر دے ہیں، ویسے تو بہت سا ذخیرہ احادیث وتفاسیر میں موجود ہے۔ ان دلائل کی رو سے جو شخص بھی عذاب وراحت فقط روح پر مانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی حیات جسمانی کا قائل نہ ہو وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا اوراس کے پیچھے

میں متفق علیہ ہے، اس

تعلق کی کیفیت میں اہلسنت کے اقوال مختلف ہیں۔ لہٰذا کیفیت کی تعیین میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ فقط

الجواب صحیح محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

عبد القادر عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا 5 / 11 / 98ھ

حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی قبر شریف میں جسد مبارک کے

پہلا فتویٰ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کیلئے ید وجهه (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہم السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾

زید کہتا ہے کہ جن صحیح حدیثوں میں سماع موتیٰ کا ذکر آگیا ہے، ہمیں اس حد تک سماع الموتیٰ کا قائل ہونا چاہیے اور اس کو سماع الموتیٰ فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتیٰ کی سب حدیثیں موضوع ہیں اگرچہ بخاری و مسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے؟

:3 حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جواہر القرآن ج1 ص19 ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ اُمت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا مطلب

عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع وناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے؟

5: زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ "زبدۃ المناسک" میں استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتلاتے ہیں، اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہما۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے، اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے؟

6: زید کہتا ہے: جہاں انسان کا جسم عنصری ہو، اس کو وہاں عذاب ہو گا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں

بینوا توجروا عند اللہ العظیم

الجواب الموافق للصواب:

زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہلسنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی کما لا یخفی علی ذوی الفہم

2: سماع کا مسئلہ صدر اوّل سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، زید نے جو قول اختیار کیا

جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں، عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے یہ نیا قول ہے، سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتیٰ میں اختلاف ضرور ہے مگر اس

عالم مسلّم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے

مسلک اہلسنت والجماعت کا ہے، اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں اسلئے اس کا منکر

اس میں زید کا قول اہلسنّت والجماعت کی اکثریّت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیّت میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فتویٰ:

ہمارے ہاں ایک مولوی احمد سعید خان صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ

ہے، دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔

نیاز مندِ علماء

احقر عبد القادر خان عباسی احمد پور شرقیہ سابق ریاست بھاولپور

الجواب وھوالموفق للصواب: کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے، العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ نے

کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات
حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی
"نیب

والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے
شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصورت مسئولہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ
شرعاً کتاب و سنت کے موافق ہے اور قرآن و سنت سے ثابت ہے اور تمام اہل السنت
والجماعت کا قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجساد عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں
میں حیات ہیں، علماء دیوبند جو خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل

اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور
حضرات کا ہے اور اسی عقیدے کو سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے اور مفتی سید
مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ایسے شخص کو
اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں اس باب میں بکثرت

ر کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت

والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات

ویکرہ امامۃ مبتدع ای صاحب بدعۃ (الدر المختار ج1 ص83)

اور علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: بدعتی کے پیچھے

لمتخ

ا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں

میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور نماز و دیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ مسئلہ

کے آخری حل اور تصفیہ کے لئے 18 محرم 1382ھ بمطابق 22 جنوری 1962ء کو

فریقین کے ذمہ دار حضرات نے سوال میں درج عبارت پر دستخط فرمائے۔ اس صاف وصریح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں

کے عقیدہ کا انکار کرنے والا اہلسنّت والجماعت

سے خارج ہے یا نہیں؟ اس کے لئے خیر الفتاوی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ایسے شخص کو اہل السنّت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتوٰی پر دیگر بہت سے مفتیان

کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں"، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمودہ ہے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے اس پر دستخط کیے تھے اور یہ عبارت دیگر دلائل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک دستی فتوٰی (جو خیر الفتاوٰی میں چھپا ہوا ہے) میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس کی ضرورت کو نظر انداز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصریحات اکابر سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ (سوال میں)

والجماعت سے خارج اور

بسم اللہ العلیم والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم

الجواب بتوفیق العلام الوہاب:

واتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرم علیہم السلام کو بہ تعلقِ روح باجسامِ اطہار حیات حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور جذب القلوب میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلافے نیست الخ، اور جذب القلوب میں فرماتے ہیں: بدانکہ درحیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مر ایشاں راوترتب وآثار

اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہو گا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہو گا اور اگر حق کو اہلسنت والجماعت کے ساتھ خاص سمجھتا ہے تو ظاہر ہے ان کے عقیدہ کا منکر حق پر نہ ہو گا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم، امامت کا مسئلہ اس سے معلوم

کتبہ احقر الوارٰی عبد اللطیف

نحمدہ العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین فانہم کانوا علی ھدی المستقیم۔

امابعد برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے، علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی روح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں

اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں

یہ مسئلہ (اثبات

حیات انبیاء) بطرز مذکورہ سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلّمہ اور متفق

آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے

عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط

کے سلسلہ میں ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت

ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہو گا، ضرورت پڑنے پر اس کو

عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل

ہے: "وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف)

میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے

جمہور علماء دیوبند کا اجماعی

مسئلہ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے تو

اس کا ماننا ضروری ہے، انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں، لائق امامت نہیں، اس

کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی

مہدی حسن صاحب نے 13 جمادی الاول 1376ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ

الفاظ لکھے ہیں: جو اس کے (اثبات مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) خلاف کہتا

ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں

مبسملاً ومحمدلاً ومصلیاً

ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

اگر برزخ ہی کی زندگی مراد ہوتی آپ یوں فرماتے: احیاء فی البرزخ

قبور شریفہ میں بہ تعلق روح زندہ ہیں اوراس

اوراس کے خلاف

عقیدہ رکھنا اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تسکین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا مذکورہ فی السوال امور کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعاً درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے اثبات پر چند دلائل ذکر کئے جاتے

ہیں کہ احتج القائلون بانہا مندوبۃ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ وجہ الاستدلال بہا انہ صلی اللہ علیہ و سلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی الحدیث: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

فقال اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الاَرْضِ اَجسَادَالاَنْبِیَاء

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجسَادَالاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔

4: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیَّ نائیا ابلغتہ

وصلوا علیَّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم

مذکورہ بالا آیت وروایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس بارے میں احادیث وروایات درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن ان کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا اور حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اجماع امت بھی ہے۔

1: چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حیات متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلافے

وفات کے

بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی، لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ و سلم حی بعد وفاتہ۔

•

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں: السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ الشریف ھل ذلک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیہم حیٰوۃ برزخیۃ؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیٰوتہ صلی اللہ علیہ و سلم دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم و الشہداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین۔

ودلت النصوص الصحیحۃ علی حیات الانبیاء علیہم السلام

اس کے بارے میں کسی بھی اہل السنت والجماعت کے فرد کا خواہ وہ مقلد یا غیر مقلد کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی لئے شیخ التفسیر والحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا آپ کے سماع عندالقبر پر اتفاق ہے، کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک صریح حوالہ موجود نہیں ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان

وہ گمراہ ہے یابدعتی ہے، غلط عقیدہ والا ہے، ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء کرام علیہم السلام وشہداء عظا

عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں بلکہ اہل السنّت والجماعت اور اہلِ حق کے عقیدہ کے مطابق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قبر (برزخ) میں روح کے تعلق سے ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔ اس کی تصریح علماء عقائد نے کی ہے، صرف روح یا صرف بدن کی حیات بغیر تعلق روح کا عقیدہ جمہور اہلسنّت کے خلاف معتزلہ وغیرہ کی شاخ صالحیہ اور کرامیہ اور روافض کا عقیدہ ہے، اسی قبر میں عذاب وثواب کے عقیدہ میں اہلسنّت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اہلسنّت واہل حق کا مذہب یہی ہے کہ میت کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ حیات حاصل ہوتی ہے اور بدن

نہیں ہے اور حیات کے بغیر جماد میں الم اور لذت کا احساس غیر متصور ہے جیسا کہ علامہ خیالی و علامہ عبد الحکیم نے اس کی تصریح کی ہے۔ عقائد اہلسنت کی درسی کتاب

اعلم ان المذاهب فی هذا المقام ثلاثة: الاول، المیت حی فی قبره فیعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق، والثانی، انه جماد لایعذب ولا یدرك العذاب هذا هومذهب جمهور المعتزلة والروافض، والثالث، انه جماد یعذب وهذا هومذهب الصالحیة من المعتزلة ومذهب ابن جریر

مہ نووی شارح مسلم وغیرہ نے اعادہ روح کی تصریح کی ہے اور بغیر روح کے تعذیب کو فاسد کہا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں:

ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعینه أو بعضه بعد اعادة الروح إلیه أو إلی جزء منه وخالف فیه محمد بن جریر وعبد الله بن کرام وطائفة فقالوا لایشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما یکون فی الحی الخ

فیعاد روحه فی جسده

ظاهر الحدیث أن عود الروح إلی جمیع أجزاء بدنه فلا التفات إلی قول البعض بأن العود إنما یکون إلی البعض ولا إلی قول ابن حجر إلی نصفه فإنه لا یصح أن یقال من قبل العقل بل یحتاج إلی صحة النقل

وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا فى قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحيا الكفار فى قبورهم فليعذبوا

وتحقيقه فى شرح الشمائل للعلامة ابن حجر ثم اعلم أن اتصال الروح بالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هى متصلة مشرقة على سائر أجزائه وإن تفرقت وكان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب ولعل هذا الإشراق على الأجزاء الأصلية لأنها التى يقوم بها الإنسان من قبره يوم القيامة على ما اختاره جمع۔

ن کی ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا کر حاصل ہوتی ہے، یہی مذہب اہل حق اہلسنّت والجماعت کا ہے، اس کا انکار معتزلہ وغیرہ اہل باطل نے کیا ہے، جو شخص بھی عذاب قبر کا قائل ہو اس کو احیاء موتیٰ فی القبر۔
اس لئے کہ احیاء فی القبر کے قائل ہوئے بغیر عذاب قبر کا اقرار کرنا حقیقت میں اس کا انکار کرنا ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا قول در حقیقت انکار حیات ہے۔ کما مر مفصلاً

تو اب جو شخص بغیر تعلق روح کے قبر کی حیات کا قائل ہے اور مجمل طریقہ پر قبر کی حیات کا قائل ہے وہ مذہب حق اور مذہب اہلسنّت کے مختار مذہب کے خلاف کا قائل ہے کیونکہ حیات کے بغیر عذاب وثواب کے کوئی معنی نہیں اور بغیر تعلق روح

اختلاف نہیں تھا اور ”عذاب القبر حق“ اہلسنّت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ شرح

احیاء الموتیٰ فی قبورهم و مسئلة و منکر نکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلها حق عندنا اتفق علیه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق علیه الا کثر بعده۔

اور مواقف کے شارح علامہ سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں:

واذا ثبت التعذیب ثبت الاحیاء والمسئلة لان کل من قال بعذاب القبر قال بهما۔

جب ہر قائلِ عذاب قائل حیات فی القبر ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے، یعنی کل من لم یقل بهما لم یقل بعذاب القبر،

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر سے متعلق آیت ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾

ولنا أیضا أحادیث صحیحة وأخبار متواترة“

کو متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا تو حسب اصول حدیث تواتر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور علامہ کے کہنے کے بعد وہ قابل اعتناء بھی نہیں ہو گا۔ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہو سکتا ہے جو قبر میں ہے اور زندہ ہے۔ اس لئے روح کا قبر میں ہونا یا اس کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ یہی

”عذوبة“

ہے، یہ جماد میں کیسے ممکن ہے جب کہ اس میں حیات ہی نہیں ہوتی اور معتزلہ کی شاخ کرامیہ جو کہ میت کو جماد مانتے ہیں اور اس کے عذاب کے قائل ہیں، جیسا کہ حاشیہ

جوز بعضهم تعذيب غير الحى ولا شك انه سفسطة لان الجماد لا حس له فكيف يتصور تعذيبه۔

عقائد اہلسنّت کی سب کتابوں میں عذابِ قبر کے برحق ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور اس عقیدہ کو ضروریات اہلسنّت میں شمار کیا گیا ہے اور ”عذاب القبر حق“ اس کے حق ہونے کی تصریح کر رہا ہے اور یہ بغیر حیات فی القبر کے متصوّر نہیں اور حیات بغیر تعلق روح کے ثابت اور تعذیب و تنعیم کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں احساس ہی نہ ہو گا۔

ہو اور صرف حیات

کا قول کرتا ہو وہ در حقیقت منکر حیات ہے، معتزلہ اور روافض کے موافق اور اہلسنّت کے مخالف ہے کیونکہ اہلسنّت۔

اور روافض اس کے قائل نہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ قبر میں جو حیات انبیاء

میں درج شدہ مفصّل عقیدہ کی شرعی حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ وہ اہلسنّت والجماعت کے موافق ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ اہلسنّت کے خلاف لازم آئے گا۔

اب رہا سوال کا دوسرا جز کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے، تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بغیر واسطہ کے خود سنتے ہیں تو اس میں اہلسنّت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگرچہ اموات کے سماع عند القبر میں اختلاف ہے مگر سماع انبیاء کرام علیہم السلام عند القبر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوز سماع موتیٰ اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اور اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت مبارک کے شفاعت

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر اجماعی مسئلہ ہے، فقہاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے، ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں، سماع انبیاء

"مامن رجل یسلم علی الا رد اللہ

علی روحی حتی ارد علیہ السلام"

کو اپنی قبروں میں حیات

حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے

لیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدے میں مصروف

رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے، جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، پس اس روحانی توجہ اور سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تشریح بخاری میں ارقام فرمایا ہے اور عند القبر سماع اس کے علاوہ دوسری حدیث سے

(1) من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی نائیا ابلغته رواه البیهقی فی شعب الایمان۔

(2) لیهبطن عیسی بن مریم حکما وإماما مقسطا، ولیسلکن فجا فجاجا أو معتمرا، ولیأتین قبری حتی یسلم علی، ولأردن علیه۔

علیہ السلام کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ سماع سلام کے بغیر جواب کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ

ہے، اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ عرضِ سلام اور اس کا
جواب آپ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے جو جسم مع روح کا نام ہے، صرف جسم یا تنہا

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں،
اوران کے ابدانِ مقدّسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان
کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے
مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ (تلذذاً) نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا
جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین کا اور متکلمین اہلسنّت والجماعت کا مسلک

کے نام سے موجود ہے، حضرت مولانا خلیل احمد
سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء
میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے
کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر
دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل

رسول خان عفا اللہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا، جس میں تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، آگے لکھا ہے کہ تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے اور خارج اہل السنّت والجماعت ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں (267) اس فتوٰی پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں، ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو اہل السنّت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدے والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، نیز حیاتِ جسدی بغیر تعلقِ روح کے ممکن نہیں، چونکہ جو حیات بغیر تعلق روح کے ہو گی وہ حیات جمادی ہو گی جس کے ساتھ عذاب وثواب ناممکن اور غیر متصور ہے، جیسا کہ علماء متکلمین کی

عقیدہ ضروری ہے اور مسلک اکابر دیوبند سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ قبر مبارک میں

تحریر میں بھی گزر چکا ہے۔ مذکورہ تمام تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ قبر میں تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں کے ساتھ ہے اور بغیر روح کے حیات کے کوئی معنیٰ نہیں ہے اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ تعذیب و تنعیم کا تعلق روح و جسم دونوں سے ہے(احسن الفتاویٰ ج4ص194) پر ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں: بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح و جسد پر ہوتا ہے، باقی رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی میں ہی روح کا اعادہ ہوتا ہے مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے الخ جب تعذیب و تنعیم کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہوتا ہے اور بغیر تعلق روح حیات فی القبر کا تصور ممکن نہیں تو پھر روح کے تعلق کو بدن مادی کے ساتھ تسلیم کرنا ضروری ہوا اور اس تعلق کو ضروری نہ سمجھنا تعذیب و تنعیم فی القبر کا حقیقۃً انکار کرنا ہے، گو لفظوں میں انکار نہ بھی ہو کیونکہ یہ عقیدہ معتزلہ کی شاخ کرامیہ کا ہے کہ وہ بدوں حیات کے بھی قبر میں جسم کو جماد مانتے ہوئے اس کے معذب اور مثاب ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ قطعاً اہل السنّت والجماعت کے ائمہ اور متکلمین اسلام کے خلاف ہے، لہٰذا حیات فی القبر کے عقیدے کے لئے جسم خاکی کے ساتھ روح کے تعلق کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا کوئی معنیٰ نہیں، یہ اقرار بھی درپردہ

کے سماع پر اجماع ہے اور اس کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر اس

جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس میں انہی مذکورہ دونوں عقیدوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس لئے اس تفصیل پر اعتقاد کا ضروری ہونا اہلسنّت والجماعت میں ثابت کر دیا گیا ہے اور جب جسد مادی کے ساتھ تنعیم وتعذیب کا تعلق روایات صحیحہ اور اکابر اہلسنّت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے تو جسد مثالی کے ساتھ اس کا تعلق صحیح نہ رہا جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت میں بھی تصریح ہے جسم مثالی سے اس کا تعلق صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ "من صلی علیَّ عند قبری الخ

صغیر مجروح راوی ہے؛ اول تو اس پر مسئلے کا دارومدار نہیں بلکہ دوسری احادیث صحیحہ سے سماع عند القبر کا ثبوت ہو رہا ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے اور اجماع کے بعد ہر ہر راوی کی توثیق کی ضرورت نہیں رہتی، دوسرے امام بیہقی کی اس روایت کی سند میں ابو عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، امام بیہقی کی رائے یہ ہے کہ وہ محمد بن مروان سدی صغیر ہے اور وہ مجروح ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ھذا ھو عبد الرحمٰن السدی فیما اری وفیہ نظر۔

اوّل تو اس ابو عبد الرحمٰن سے محمد بن مروان سدی کا مراد ہونا متعین نہیں ہوتا، صرف امام بیہقی کی رائے ہے اور اس کو مان لینے کے بعد بھی وہ اس حدیث کے مضمون کو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ "وفیہ نظر"

وقد مضی ما یؤکدہ" ثابت ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اگرچہ یہ راوی منظور فیہ ہے مگر اس روایت کا مضمون مقبول ہے، متروک نہیں۔ اب امام بیہقی کی نظر و جرح کو بیان کرنا اور ان کی تائید بیان کرنے اور اس روایت کے مضمون کو قبول کرنے سے صَرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس کی مزید تفصیل

کی سند کہلاتی ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں، محدثین کی خاص جماعت اس کو صحیح مانتی ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: سندہ جید

علامہ سخاوی فرماتے ہیں: سندہ جید

"سند جید

ان حضرات کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس سند کی توثیق کی ہے، یہ روایت جید اور صحیح ہے اس کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر الشریف جمہور اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس میں وہی تفصیل حق ہے جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب۔

کتبہ الاحقر السید عبد الشکور الترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجماعی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر اجماع ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، عرب و عجم کے علماء اہل السنت اس مسئلہ پر متفق ہیں، جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علیہم السلام کے اجساد مبارکہ عنصریہ اسی

ارضی قبور میں صحیح وسالم اور محفوظ ہیں اور انہی اجساد کے ساتھ قبور شریفہ میں تعلق روح قائم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے آذان سے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، لیکن عوام الناس کو اتنا طاقت اور قرب حاصل نہیں ہے کہ یہ جواب سن سکیں البتہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا قرب حاصل ہے اور ان کی روحانی قوت انتہائی قوی ہے وہ خود یہ جواب سنتے ہیں جیسے کہ اولیاء اللہ کی روایات اس قسم کی مشہور منقول ہیں اور یہ نظریہ نصوص کے ساتھ مدلل ہے اور روایات جو معنیً متواتر

اور تنعیم وتعذیب کا جماد بے روح کو تو احساس نہیں ہو سکتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس قبر ارضی میں ہر میت کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق روح اتنا ضروری ہے جس کے ساتھ تنعیم اور تعذیب کا احساس ہو اور شہداء کی حیوٰۃ چونکہ قوی ہے لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد قوی ہو گا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب شہداء سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد شہداء سے بھی زیادہ قوی ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ افضل الرسل ہیں، ان کے روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد مبارک سے انتہائی قوی ہو گا اور یہ احادیث صحیحہ قویہ سے ثابت ہے اور یہی نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو شخص اس نظریہ کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہے لیکن یہ اس کا قول نفس الامر کے خلاف اور جہل مرکب پر مبنی ہے، چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں انتہائی گستاخ ہیں جیسا کہ ان کی تقریر کی کیسٹیں شاہد ہیں، تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے، کبھی غلطی سے اقتداء کر لی گئی ہے تو وہ نما

وھو الموفق للصدق والصواب:

کے بارے میں فریقین کے اتفاق

عقیدہ کو اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ تصور کرتا ہے۔ جو حضرات
اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کے متعلق میرے اکابر دیوبند کا جو فتوٰی ہے اس سے فقیر
من کل الوجوہ متفق ہے یہ فتوٰی تسکین الصدور مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان

یہاں تک حضرت مولانا نور محمد تونسوی زید مجدہ کے مذکورہ سوال کے

ش .

صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں کسی حس و حرکت کے قائل نہیں

عالم برزخ میں ثواب وعقاب کا تعلق صرف روح سے مانتے ہیں، جسد

سماع موتیٰ کے قائل ہونے کو شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ حضرات جو مسلک دیوبند کے ترجمان ہیں اور بزرگان دیوبند کے سابقین اولین سے براہِ راست مستفیض ومستفید ہونے والے ہیں۔ یہ وضاحت فرماویں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے صاحبان مسلک دیوبند سے منسوب ومنسلک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا اکابرین دیوبند کا یہی مسلک تھا یا یہ ان کی ذاتی آراء ہیں اور بزرگان دیوبند کے مسلک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بینواتوجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مسائل مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی باربار اس کی اشاعت ہوچکی ہے۔ نیز علماء دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر، سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام وخاص میں معروف

المہند علی المفند" میں بجواب سوال خامس صاف طور پر بیان کیا
گیاہے کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم
قبر شریف میں زندہ ہیں اورآپ کی یہ حیات عام مؤمنین یاعام لوگوں کی طرح برزخی
ہی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی) ہے مگر مکلّف بالاعمال نہیں ہیں اور یہ
حیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور جمیع انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت میں سے
ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون پر علماء دیوبند کے طبقہ اولیٰ وعلیا کے تقریباً تمام اکابرین
کے دستخط موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند، حضرت تھانوی ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب،
حضرت شاہ عبد الرحیم رحمہم اللہ ، اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ

سے متعلق بعض صاحبان کی تقریروں اور تحریروں سے بزرگان دیوبند کا
مسلک مشتبہ ہونے لگا تو اس وقت اکابر علماء نے بھی متفقہ اعلان کے نام سے اپنے
دستخطوں سے ایک تحریر شائع کرکے مسلک دیوبند کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس
وقت بھی مقام حیات از مولاناڈاکٹر علامہ خالد محمود اور دوسرے رسائل میں مطبوع

سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے
قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ
عنصری کے ساتھ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے،
صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ
اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین
اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے
کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس متفقہ اعلان پر مرحومین
حضرات میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق اعلیٰ مدرس دارالعلوم
دیوبند اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن ورحمۃ القدوس وغیرہ

عذابِ قبر:

روح اور جسد دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم سے جسم عنصری مراد ہے نہ کہ
جسم مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ عالم مثال کے آئینہ میں جسم کا ایک عکس ہے
كما صرح به المجدد الالف الثانی رحمة الله عليه
میں مذکور ہے کہ:ان المیت اذامات یکون فی نعیم اور عذاب وان ذالك
یحصل لروحه وبدنه۔ (کتاب الروح)

توسّل بالانبیاء علیہم السلام بھی
بزرگان دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ المہند علی المفند ص28 مطبوعہ جہلم، نشر الطیب

كانه يقول برحمتك وفضلك على فلان ادعو منك هذا۔

وهذا السلام (اى السلام عند زيارة القبور) والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويردون السلام و إن لم يسمع المسلم الرد---والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف الحي ويستبشر به۔

ہمارے مشائخ بھی فی الجملہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ فیض الباری
سے ہرگز شرک کی بنیاد قرار نہیں
دیتے۔ جولوگ ان مسائل میں کچھ اور رائے رکھتے ہوں وہ کچھ بھی ہوں بہر حال مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں ہے، انہیں بزرگان دیوبند کی طرف غلط نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ واضح رہے کہ بزرگان دیوبند کے یہ نظریات بحمد اللہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کی تصریحات کے عین مطابق ہیں، سائلین کو چونکہ صرف مسلک دیوبند کا تعین اور تشخص مقصود تھا اس لئے صرف مسائل کے بیان پر اکتفاء کیا گیا، دلائل سے تعرض نہیں کیا گیا۔واللہ یقول الحق ویھدی السبیل

مولانا افغانی زید معالیہم کا املائی جواب حق و صواب ہے۔ چار مسئلوں میں علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے بلکہ:

[1]: "الف" تو کل اہل السنت و الجماعت کا اجماعی یہ مسئلہ ہے، عدم حیات کا

.

مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے، حق و باطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق و باطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب و عقاب نہیں ہو سکتا اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبد

کے نزدیک بر قول اصح جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے

میں ہو۔ اگر قبر میں فقط جسم ہو تو نہ عذاب عذاب ہے اور ثواب نہ ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے، لہذا دونوں پر عذاب ہو گا۔ عذاب قبر سے صرف عذابِ برزخ مراد لینا عذابِ قبر کا انکار بنے گا۔ قبر

جو عام خاص کا خاصہ ہے، اگر عذابِ قبر ہو تو عذابِ برزخ ہے
عذاب برزخ عذاب قبر نہیں، اگر صرف روح کو عذاب مانا گیا تو وہ قبر میں نہیں ہو گا تو قبر نہ ہوا گو عذابِ برزخ ہو گا۔ یہ انکار متواتر کا ہے۔

وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہو گا لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جاسکے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے، اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ فقط حدیث شریف میں انبیاء کرام علیہم السلام سے توسّل آیا ہوا ہے، بعیسیٰ روحك وموسیٰ نجیك او کما قال لمبی حدیث ہے۔

گوں نے احتیاط کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف رہاہے، ایسانہ ہو دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے مگر مدار اس کا حیات پر ہے۔ اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہل السنت حیات کے لئے سماع لازم
ہے، یہی بات علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سوال وجواب کر کے نظم بھی کیا

سماع موتیٰ کلام الخلق معتقد
جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

غاسل وغیرہ، احادیث تلقین جو بکثرت وارد ہیں اور

مجموعہ متواتر بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتوٰی راجح

وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو ان اسلاف کا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلّیاً امابعد!

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾

فانہ قد مات"

رفع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ

آبِ حیات میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ

کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ

حت سے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل

تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا، واقع نہیں ہوا۔ ص 127 انتھیٰ۔

رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلّم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلّم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال و حرکات مثل سمع وبصر، بطش

سلامت موجود ہے اور

اس سے افعال و حرکات کا صدور نہیں ہوتا، عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ

لکھ کر اہلِ حق کے اقوال کو اس ترتیب سے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین، طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے

میں میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کا ہے وغیرہ ذالک"۔ اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی صاحب نے حضرت والا مدظلہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو دوران بحث حدیث "من صلیٰ علی عند قبری سمعته

شائع کردیا جس سے بظاہر یہ تاثر ہوتا تھا کہ

حضرت والا کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت والا اس عقیدے سے برات

حضرت والا کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں حضرت نے وضاحت وتصریح کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے اور اس پر جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتیان عظا

تیں۔

سماعِ صلوٰۃ والسلام عند القبر کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان

فتویٰ من جانب خطباء اہل السنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا، وہ عبارت میری ہے، میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا

اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہیئے۔ اب میں علی وجہ البصیرت بتائد مفتیان خیر المدارس و قاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں، جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے اسے غلط سمجھیں، میری طرف منسوب کر کے اعلان براءت کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ شائع کی گئی، وہ ایک حدیث "من صلی علی عند قبری سمعته سند کے بارے میں فنی بحث تھی، لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اس حدیث کے مضمون و معنیٰ کو صحیح قرار دیا ہے (الصارم المنکی ص 111) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص282

ثم حكم ابن عبد البر مع ذلك بصحته لتلقي العلماء له بالقبول

پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد شریف کشمیری

شیخ الحدیث و صدر مدرس خیر المدارس ملتان

22 جمادی الاخریٰ سن 1041

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ اس کا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں، سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔

انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان 22-2-1041

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان 22-2-1041ھ۔

(منقول از خیر الفتاویٰ: ج 1

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات

هو حی فی قبرہ کحیات الانبیاء
وحرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

حیاتہم اعلی واکمل من الشہداء
وشانہم ارفع فی الارض والسماء

چنانچہ بسم اللہ والحمد للہ، کے بعد لکھتے ہیں۔ملک حاکم خان صاحب مکرمی۔السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجتماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان

ہے اور حیات دینوی کے مماثل ہے۔صرف یہ ہے کے احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط

لیکن موت کا پیالہ

پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم قبر

مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم اسلام کو نصیب ہوتی ہے ان کے بعد شہید کا درجہ ہے اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب سنت سے ثابت ہے۔البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیاتِ قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مراحمت فرماتے ہیں

الغ

یہ تو ابتدائی تمہیدی کلمات تھے، اسکے بعد ایک بات دو ٹوک الفاظ میں اور بہت واضح انداز میں یہ کریں گے، کہ ہمارا جامعہ فاروقیہ اور ہمارا وفاق المدارس قرآن وحدیث کی تشریح کے ذیل میں علمائے دیوبند کے مسلک و مشرب کو عام کرنے کے لیے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو پھیلانے کے لیے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو خلقِ خدا تک پہنچانے کے لیے قائم ہوا۔ علمائے دیوبند نے، جن کی پیروی وفاق کرتا ہے، جن کی پیروی جامعہ فاروقیہ کرتا ہے، بڑے بڑے جبالِ علم بڑے بڑے نامور علماء، اکابر مفسرین، اکابر محدثین، اکابر فقہاء، اکابر جہاد آزادی اور دعوت وارشاد پیدا کیے ہیں اور یہ ایک دو نہیں، د

اکثر کی خدمات پورے عالم میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں ہیں۔ ان کی خدمات کا عمومی طور پر، خصوصی طور پر ،ہر مقام پر، ہر جگہ اکرام و احترام کیا گیا ہے اور ہم صرف تقلیدنہیں، تحقیق پر،عالم کے حالات کا اچھی طرح ، تفصیلی جائزہ لے کر ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ آپ جامعہ فاروقیہ کو رہنے دیجیے، وفاق المدارس اتنا عظیم ادارہ ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں موجود نہیں ہے اور وفاق المدارس مذاہب دینیہ اور مذاہب اسلامیہ اور ہمارے ان تمام اداروں کی حفاظت کا،استحکام کا،ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہے، جس نے بڑوں بڑوں کو جو دینی تعلیم کی عظمت کے دشمن تھے، اللہ کی مدد سے پسپائی پر مجبور کیا۔ ان کی ناجائز کوششوں کو جو ہمارے مدارس کے

اد صرف ایک مدرسے میں موجود ہے۔ آپ ملک کے کسی علاقے میں چلے جائیں ہم ابھی بلوچستان ہو کر آئے ہیں، جسے لوگ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مدارس کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اتنے طلبا، اتنے علماء، اتنے مدارس کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں، جلسہ میں بیٹھ کر بات کرو تو حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی، یہ ساری کی ساری برکت وفاق کی ہے،اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جامعہ فاروقیہ اور وفاق علمائے دیوبند کا پیروکار ہے، لہٰذا نہ جامعہ فاروقیہ میں مماتیوں کے لیے کوئی گنجائش ہے اور نہ وفاق میں۔ یہ بات طے شدہ ہے، وفاق کا موقف کمزور نہیں ہے، وفاق کے موقف میں تردد اور شک شامل نہیں ہے، وفاق کا موقف مبنی علی الیقین ہے اور وفاق اپنے خیالات میں، اپنے عزائم میں مستقل اور مضبوط ہے،تو اس لیے میں اپنے اُن بھائیوں سے، وہ ہمارے بھائی ہیں، یہ گذارش کروں گا کہ وہ حضرات جو مماتی ذہن رکھتے ہیں وہ یہاں (جامعہ فاروقیہ میں) تشریف نہ

قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اُن کے دشمن نہیں ہیں، ہم اُن کے بد خواہ نہیں ہیں، ہم اُن کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے لیے اُن کو شرح صدر نصیب

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ بہت سخت ہے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گذارا۔ اور ایک اور بات، بہت سے لوگوں نے گذارا ہے مگر فقط ایک سال، دورے کے لیے گئے۔ ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر میں نے وہاں پانچ سال گذارے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کو بتادوں، فخر کے طور پر نہیں میں نے وہاں پانچ سال اِس طرح گذارے ہیں

میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گذارے ہیں کہ مجھے حضراتِ اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لیے میں جس طرح علمائے دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں، اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہر گز نہیں ہے۔

اس لیے میری درخواست ہے اپنے اُن دوستوں سے، کہ وہ مماتیوں ہی کے مدرسے میں جایا کریں، ہمارے مدرسوں میں نہ آیا کریں، ٹھیک ہے نا؟ میرے مماتی بھائی جتنے یہاں موجود ہیں، ناراض نہ ہوں، میں نے بہت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے

مصنفہ مولانا محمد حسن دامت برکاتہم کی کتاب پر تقریظ

لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ روح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ وہ درود شریف سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کے خلاف گمراہی ہے اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اور مولانا محمد حسن

۔ان کے پاس چند لوگ آئے

اور اس عقیدہ سے متعلق سوالات کیے۔ موصوف نے اسی وقت مفتی شیر محمد رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور سے فون پر اس موضوع سے متعلق ان کے سوالات کیے تو

آپ مفتی صاحب خیریت سے ہیں؟

یہ میرے پاس اب سارے بیٹھے ہیں وہ امام بھی بیٹھا ہے عقیدہ
اس کا مماتیوں والا ہے اب یہ کہہ رہا ہے جو علماء دیوبند کا عقیدہ ہے وہی میرا عقیدہ ہے
اب یہاں پر اجمالی یہ کہہ رہا ہے یہ پوچھتے ہیں کہ مفتی صاحب بتائیں اس کے پیچھے ہماری

نہیں نہیں پوری بات بتاؤ

ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں مین زندہ ہیں۔

روح اور صلوۃ سلام کے سماع کے ساتھ؟ دیکھو مولوی صاحب جھوٹ نہ بولو یہ کہ دنیا کی زندگی جو چند روزہ ہے ختم ہو جائے گی امامت آپ کو اور مل جائے گی صرف امامت بچانے کے لیے جھوٹ مت بولنا۔

مماتی مولوی: جھوٹ نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔

مفتی صاحب: آپ کا مماتیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ آپ کی شکایت

مقتدی یہ نہیں کہتے۔

توحید بیان کرتے ہیں

لیکن کبھی حیات انبیاء کے انکار کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا کوئی مقتدی شکایت لے کر نہیں آیا آپ کے بارے میں یہ شکایت کیوں آئی ہے؟ آخر کوئی بات ہو گی جو یہ شکایت لے کر آئے یہاں۔ آپ نے پڑھا کہاں ہے؟

مماتی: میں نے پڑھا ہے جامعہ صدیقیہ اشاعت التوحید گوجرانوالہ میں۔

مفتی صاحب: قاضی شمس الدین کا؟

مماتی مولوی: جی

مفتی صاحب: وہاں تو یہ پڑھایا جاتا ہے جو عقیدہ مماتیوں کا ہے۔

مماتی مولوی: جی ہاں

مفتی صاحب: تو پھر ان کا اشکال صحیح ہے۔؟

مماتی مولوی: جی ہاں

مفتی صاحب: پھر آپ اپنی امامت بچانے کے لیے یہ بات کر رہے ہیں میرے عزیز ایسا نہیں کرنا چاہیے امامت اور مل جائے گی آپ کو۔ اگر آپ علماء دیوبند کو حق سمجھتے ہیں اور یقینا وہی حق ہیں اور ان کا عقیدہ المہند کے اندر لکھا ہوا ہے اور یہ سارے علماء دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں

فرشتے سناتے ہیں مولانا سرفراز نے اس پر کتاب لکھی ہے تسکین الصدور جو کہ کئی سو

لاعادہ ہو گی جن لوگوں کو امام کے رکھنے ہٹانے کا

اختیار ہے اور جن لوگوں کو اچھا امام مل سکتا ہے متبع سنت صحیح العقیدہ ان کی نماز بھی ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہو گی۔

مولانا محمد جمیل: اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے ۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے جسے گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے خوشبو والا عقیدہ قرار دیا ہے اور اس کے خوشبو دار ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ خوشبو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے خوشبو والا عقیدہ،

عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سارے اس مقدس خوشبو سے بھرے ہوئے واقعات کو اکٹھا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ خوبصورت انداز اور ترتیب کے ذریعہ سے اس خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہوں، اہل حق کا

اور مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں اہلسنت

کے مسلک کی وضاحت فرمائیں کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات

فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے
یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء کرام علیہم
السلام کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام صرف صوفیاء کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف

علیہم السلام کے عند القبر سماع
صلوٰۃ وسلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم میں شامل
ہے یا نہیں؟
[3]: مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی کہ "عند القبر حضور صلی اللہ

جسمانی؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل
السنت اور دیوبندی ہے؟
[5]: ملا علی قاری، علامہ عینی، حضرت نانوتوی، شاہ محمد اسحاق، حضرت تھانوی

بینواتوجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

راقم الحروف نے سماع موتیٰ کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوٰی پر اکتفاء کیا، مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا، حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے، آخری عبارت یہ ہے: "تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا

یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا ولا شك فی فسادہ"

پر صلوٰۃ اور سلام کے سماع کا انکار کرنے والا

شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہو سکتا اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دورِ جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

[3]: راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاوٰی میں مولانا مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوٰی متعلق حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے اور اس کی اپنے دستخط اور

محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے، ایسے اعتقاد والا اہل سنت سے نہیں ہے۔

[5]: ان ھولاء الاکابر من جہا بذۃ العلماء الحنفیۃ ومحققیھم بلا شك ولا ارتیاب۔

[6]: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی جس میں آپ نے روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا کہ "اس سے جسدِ اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے" بعبارتہ ومنطوقہ درست ہے۔

[7]: موت کے ہیں،

خاتم المحققین حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:"

اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم قبر بتواتر ثابت است و تفصیل آں دفتر طویل میخواہد و در کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتیٰ کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند، وعذاب و تنعیم بغیر ادراک وشعور

پس ظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است الخ"

إن أرواح المؤمنین فی علیین وأرواح الکفار فی سجین ولکل روح اتصال و ھو اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شیئ بہا فی حال النائم انفصالا و شبہہ بعضھم بالشمس ای بشعاع الشمس و

هذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فی علیین و فی سجین و من کون افنیة الارواح عند افنیة قبورهم کما نقله ابن عبد البر عن الجمهور

لیے تنعیم و تعذیب کا ہونا لازمی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے، اس حیات کو علماء دیوبند نے "حیات دنیوی اور برزخی" سے تعبیر کیا ہے۔ "برزخی" بایں معنیٰ کہ آپ عالم برزخ میں ہیں، اور "دنیوی" بایں معنیٰ کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوٰۃ وسلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرمارہے ہیں، اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ بعض علماء کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کے بھی قائل ہیں، بایں ہمہ "حیات دنیوی" کی بجائے آپ کی حیات کو "حیات برزخی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس صورت میں صرف

عذابِ قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہلسنّت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔قال فی الهداية: ومن يعذب فی القبر يوضع فيه الحيوٰة فی قول العامة

اس باب میں فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب کی فہرست دی گئی ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے اکابر نے اس فتنہ کے خلاف کس قدر علمی کام کیا ہے۔ نیز اس سے عامۃ الناس کو اس فتنہ کے بارے میں قرآن و سنت سے

اس باب میں فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب کی فہرست دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے اکابر نے اس فتنہ کے خلاف کس قدر علمی کام کیا ہے۔ نیز اس سے عامۃ الناس کو اس فتنہ کے بارے میں قرآن و سنت سے دلائل میسر ہوں

آبِ حیات مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

الشہ

ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع الموتیٰ وحیات الانبیاء علیہم السلام شیخ الحدیث مولانا عبد القدیر صاحب

(19) رحمتِ کائنات مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

(20) عقیدۃ المحدثین مولانا میرک شاہ صاحب

(21) حیات الاموات مولانا سید نور الحسن بخاری

(22) دعوت الانصاف مولانا عبد العزیز شجاع آبادی

(23) قہر حق بر صاحب ندائے حق مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی

(24) ضرب المہند علی القول المسند مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی

مقدمہ فیوضاتِ حسینی ترجمہ تحفہ ابراھیمیہ مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی

.

عذابِ قبر کی صحیح صورت کے منکر کا شرعی حکم مولانا نور محمد تونسوی

اس اجمالی فہرست کے بعد بعض کتابوں کی اہمیت کے پیش نظر ان کے

اہل سنّت اور اہل بدعت کے درمیان اختلاف تو شروع سے ہی چلا آرہا تھا مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نقشبندی کے زمانہ سے کچھ زیادہ ہی بڑھتا چلا گیا، پھر آپ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو اس قدر بڑھا کہ بعض اہل بدعت نے تو آپ کی تکفیر بھی کردی اور آپ کی وجہ سے آپ کے دیگر خاندان کے افراد کو بھی بُرا بھلا کہا گیا۔ دوسری طرف شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی حنفی نقشبندی کے نواسے جو آپ کے شاگرد اور جانشین بھی تھے دہلی میں مقیم تھے اہل بدعت نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو شاہ اسماعیل شہید کے ساتھ کیا۔ شاہ ولی اللہ اور آپ

بریلوی مسلک کے مولوی محمد صدیق ہزاروی اپنی کتاب تاریخ شاز جو تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ ثانویہ خاصہ طالبات کے نصاب میں شامل ہے اس کے ص166 و167 میں لکھتے ہیں۔

حضرت نے وہابیت کے انسداد کے لئے بڑی کوشش فرمائی (ص166)

مزید لکھتے ہیں: یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول صف اوّل کے زعلماء و مشائخ میں تھے جنہوں نے فتنہ وہابیت کے سدّباب کے لئے کوشش بلیغ فرمائی، آپ کی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کی ذات قدسی صفات کی وجہ سے اہل

المسلول فضلِ رسول بدایونی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ

علیہ اور آپ کے خاندان کے خلاف کئی کتابیں لکھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(1) بوارق محمدیہ

(2) تصحیح المسائل

ی

فرقہ بریلویہ کے بانی احمد رضا خان بریلوی نے فضل رسول بدایونی کی کتاب

المعتقد المنتقد

کی تکفیر کر دی، پھر خان صاحب موصوف جب حج پر جانے لگے تو حاشیہ کے اس حصّہ کو جس میں ان لوگوں کی تکفیر تھی، الگ کر کے ایک استفتاء کی اس کو شکل دی پھر دھوکہ سے مکہ و مدینہ کے علماء سے اپنے فتوٰی پر تصدیق کروائی اور واپس ہندوستان آکر اس تحریر کو "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا اور تمام ہندوستان میں شور مچادیا

قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمہ اللہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت کا پتہ چلا تو آپ نے علماء حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ ان حضرات نے چھبیس سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ اکابر علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجا کہ ان کے جواب تحریر کریں اور اپنے عقائد و نظریات ان کے جوابات کے ضمن میں واضح کریں۔ زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے۔ یوں ھ میں تحریر ہوا اور " شائع ہو کر عوام و خواص میں معروف ہوا۔ اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات و تلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح و توضیح بھی گئی۔

ان جواب کی تصدیقات اُس وقت کے بڑے بڑے تمام علماء سے کروائی۔

بعد میں علماء مکہ، مدینہ اور دیگر علماء نے المہند کی تصدیق کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(1) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن

(2) حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی

(3) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی

مصر، شام وغیرہ کے کئی مشہور علماء نے تصدیق فرمائی۔ اس وقت سے لے کر سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے انکار تک (یعنی 1958ء تک) اس کتاب کے خلاف کسی دیوبندی عالم نے کوئی بات نہیں کی، اس کے تمام مسائل پر اعتبار فرمایا گیا۔ المہند میں کل سوالات 26 ہیں جن میں سے سوال نمبر 5 مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ ہم یہاں سوال وجواب دونوں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی قبرہ الشریف ھل ذلك امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیہم حیٰوۃ برزخیۃ

ترجمہ: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

الجواب: عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیٰوتہ صلی اللہ علیہ و سلم دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم و الشھداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیٰوۃ الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیٰوتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلٰوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلٰوۃ تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیٰوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ الماخذ بدیعۃ المسلك لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس و

اسمها (آب حیات) ای ماء الحیوٰۃ۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔ جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سُبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے

ہے اس کے مرتب حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی ہیں۔ یہ اصل میں المہند ہی کی تلخیص ہے۔ المہند کے مسائل کو مختصر اور آسان

ء علیہم السلام جن

میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب پیش پیش تھے، نے حدود سے تجاوز کیا، حیات النبی صلی اور عذاب قبر کی صحیح صورت کا انکار کیا اور اس کے قائلین کے بارے

میں ناروا فتوؤں کا ایک سیلاب بہا دیا اور اس پر مزید یہ کہ قرآن و سنت کے واضح دلائل اور اکابر علماء دیوبند کی تحریرات میں دجل و فریب سے کام لیا اور خود کو اہل السنت والجماعت باور کرایا تو جمعیت علماء اسلام کی قیادت نے اس فرقہ کی شر انگیزی اور فتنہ پروری کو دیکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اس فتنہ کے خلاف علمی کام ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس وقت جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ مشورہ کیا کہ اس بارے میں ایک علمی کاوش سامنے لائی جائے۔ تو یہ کام امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگایا گیا اور انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ خود اس کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

2 ربیع الاول 1382ھ مطابق 4 اگست 1962ء میں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا اور جس میں ملک بھر کے سینکڑوں ذمہ دار علمائے کرام تشریف فرما تھے اور ان مسائل پر بھی خوب گرما گرم بحث ہوئی بالآخر بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ان مسائل کی ترتیب اور تدوین اور ان کو باحوالہ مدلل ومبرہن کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے اور وہ ان مسائل پر علمی مواد جمع کرے اور اس کے بعد ذمہ دار حضرات کی رائے سے ان کو شائع کیا جائے چنانچہ اس کمیٹی کے لیے پانچ حضرات منتخب ہوئے۔

1: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اور اس کمیٹی کا ناظم راقم کو منتخب کیا گیا۔ باوجو نااہلی، عدیم الفرصتی اور علالت کے ناچار الامر فوق الادب

۔ ان جملہ اکابر کی ہدایات اور حکم کے مطابق راقم نے ان مسائل کو جمع کیا اور ان کو اطلاع دی کہ مجموعہ مرتب ہو چکا ہے اس

ملتان کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت کی اور اول سے آخر تک راقم کتاب سناتا رہا اور یہ بزرگ سنتے رہے اور بعض بعض مقامات میں اصلاح بھی کرتے رہے اور آخر میں بعض مسائل پر بحث بھی ہوئی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا گیا وہ یہ ہیں۔

1: حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

2: حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

3: حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ رحمہ اللہ ملتان

4: حضرت مولانا محمد عبد اللہ دام مجد ھم جامعہ رشیدیہ ساہیوال

5: حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

6: حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

: اور گاہے گاہے حضرت مولانا محمد اسحاق کوہاٹی نائب مفتی خیر المدارس ملتان بھی

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کے ناظم عمومی تھے، اس کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زیر نظر کتاب تسکین الصدور مصنفہ مخدوم محترم حضرت مولانا محمد سر فراز خان صاحب مدظلہ العالی کا بغور مطالعہ کیا۔ مولانا موصوف نے جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی اور مسودہ کی تکمیل کے بعد ملتان کے مجلس علماء کے ایک اجتماع میں اس مسودہ کو پڑھ کر سنایا۔ میں خود اس مجلس میں شریک تھا۔۔۔ آخری منظوری کے بعد حضرت مولانا نے اسے پھر سے مرتب کر کے کتابت و طباعت کی زینت سے آراستہ فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

شمار معلومات اس موضوع

پر ملیں گی۔ یہ کتاب انتہائی ٹھوس اور عملی حقائق پر مبنی ہے۔ علماء طلبہ اور عوام الناس کے لیے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ اس کتاب پر جن علماء نے تصدیقات فرمائیں وہ یہ ہیں:

(1)حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند شاگرد حضرت شیخ الہند وعلامہ انور شاہ کشمیری

(2)حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند استاذ سید عنایت اللہ شاہ بخاری

(3)حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

(4)محدّث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

(5)حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

(6)علامہ شمس الحق افغانی

(7)علامہ محمد یوسف بنوری

(8)مفتی جمیل احمد تھانوی

(9)مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی

(10)مولانا ظفر احمد عثمانی

(11) مولانا عبد الحق صاحب (اکوڑہ خٹک)

ہے۔یہ کتاب حضرت مولانا محمد حسن

صاحب مدظلہ۔ترتیب حافظ محمد اقبال صاحب کی ہے۔اس کتاب پر جن لوگوں نے

.

تی٠ صاحب

پر موجود ہے۔ اس پر حضرت
مولانا عبد الحمید نیشاپوری شاگرد حضرت مدنی، مولانا محمد کریم اللہ، مولانا ظہور الحق

متکلم اسلام ایک نظر میں

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوہڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ و تفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زیمبیا، افریقہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست اعلیٰ: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

امیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروس

سرپرست: احناف ٹرسٹ

تبلیغی اسفار: ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زیمبیا، کینیا، سنگاپور، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، بحرین

تصانیف: عقائد اہل السنۃ والجماعۃ، درس القرآن، نماز اہل السنت والجماعت، صراط مستقیم کورس (مرد و خواتین)، اعتکاف کورس، خطبات متکلم اسلام، مضامین متکلم اسلام، مجالس متکلم اسلام، مواعظ متکلم اسلام، شہید کربلا اور ماہ محرم، قربانی کے فضائل و مسائل، بیس رکعات تراویح، القواعد فی العقائد، اصول مناظرہ، فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ، فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، دعوت اسلامی کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، الہدیٰ انٹرنیشنل کا تحقیقی جائزہ، فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ، المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، خطبات برما، تحفۃ الایمان کا تحقیقی جائزہ۔

بیعت و خلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ

قطب العصر حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اصلاح و ارشاد

خانقاہ اشرفیہ اختریہ، 87 جنوبی، سرگودھا

www.ahnafmedia.com

فرقہ مماتیت کا

تحقیقی جائزہ